جدید اردو نعت

سمت و رفتار

از

ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی

جدید اردو نعت سمت و رفتار

ڈاکٹر رشاد عثمانی نے اچھا کیا کہ اردو شاعری میں نعت گوئی کے تنقیدی مطالعہ کو ڈاکٹریٹ کے علمی مقالہ کا موضوع بنایا۔ وہ ایک علمی، دینی اور ادبی ذوق رکھنے والے گھرانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ رشاد عثمانی صاحب کو دینی وادبی ذوق اپنے خاندان سے ورثہ میں ملا ہے، شاید اسی وجہ سے انہوں نے ڈاکٹریٹ کے لئے ایسا موضوع منتخب کیا جو دینی بھی ہے اور ادبی بھی، انہوں نے محنت اور لگن سے اس موضوع کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کی محنت اور تلاش وجستجو اور ان سب کے پس پردہ ان کا دینی جذبہ قابل قدر ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ان کا یہ مقالہ اسلامی ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے مفید اور مزید کام کرنے والوں کے لئے مہمیز ثابت ہو۔ آمین۔"

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

AZRA BOOK TRADERS
E-185, Abul Fazal Enclave, Part 2
Shaheen Bagh, Okhla, New Delhi-25
Mob. No. +91 8882627658

جدید اردو نعت

سمت ورفتار

از

ڈاکٹر شاہ رشاد عثمان

نام کتاب : جدید اردو نعت، سمت ورفتار

مصنف وناشر : ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی

وظیفہ یاب ایسوسی ایٹ پروفیسر وصدر شعبۂ اردو

انجمن ڈگری کالج اینڈ پی جی سینٹر، بھٹکل، کرناٹک

Email: dr.s.r.usmani@gmail.com

مرتب : ابرارالحق خطیبی، بھٹکل

اشاعت : ستمبر 2023ء

صفحات : 160

قیمت : -/200 روپے

کمپوزنگ : خطیب پرنٹرس، بھٹکل

طباعت : نیو پرنٹ سینٹر، نئی دہلی

ناشر : عذرا بک ٹریڈرس، نئی دہلی

ملنے کے دیگر پتے:

۱) مرکزی مکتبہ اسلامی، ابوالفضل انکلیو، دعوت نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی 110025

۲) اسلامک بک سینٹر، این آر روڈ، جامعہ کامپلکس، بنگلور

۳) بیت الرشاد، شانتی باغ، نیو کریم گنج، گیا، بہار

JADEED URDU NAAT, SAMT-O-RAFTAR

By: Dr. Shah Rashad Usmani

Edition: First - September 2023

Pages: 160, Price Rs. 200/-

ISBN: 978-93-95041-28-7

Distributor: Azra Book Traders, New Delhi

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

اپنے پیارے نواسے

عزیزم کاشف قاضی سلمہ

کے

نام

رشاد عثمانی

فہرست

پروفیسر عبدالحق
پروفیسر ایمریٹس، دہلی یونی ورسٹی

تقدیم

معجزۂ ہنر کی معراج تخلیق شعر ہے جس کی سب سے دشوار رہ گزر نعت گوئی ہے۔ اس پروقار تخلیق کی تفہیم و تجزیہ کارِ جہاں بینی سے بھی دشوار تر ہے۔ آفریں ہو اس ہمتِ مردانہ پر جو اس رہِ وادیِ ایماں و یقیں کو مستانہ وار طے کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین نے ۱۹۵۶ میں نعت شناسی کی شاہ راہ کا سنگِ نشاں نصب کیا۔ ان کے بعد نعت کی تاریخ و تفہیم پر مردانِ صفا کی ایک کہکشاں نظر آنے لگی۔ اب تو اس صنفِ ادب کے متعلق ایک شعبۂ علم کا سرمایۂ سعادت سامنے ہے۔ ڈاکٹر رشاد عثمانی بھی اس راہ کہکشاں کے راہ رو ہیں۔ انھوں نے بھی اس مبارک موضوع پر رانچی یونی ورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ پایانِ عمر میں وقتاً فوقتاً مختلف جہات پر لکھے گئے مقالوں کو مرتب کرنے کا خیال آیا۔ یہ مجموعۂ مقالات راقم کے پیشِ نظر ہے۔ جن کے مطالعے کی سعادت حاصل ہوئی اور علم و استفادے میں اضافے کی صورت بھی پیدا ہوئی۔ ان کو اس سعی و سعادت پر تہنیت پیش کرتا ہوں۔ ان کی یہ کاوش قابلِ قدر ہے کہ انہوں نے کرۂ ارض کی عظیم اور بزرگ و برگزیدہ شخصیت پر پیش کیے گئے شعری سرمایۂ تخلیق کے مطالعے کو اپنا موضوعِ مطالعہ قرار دیا ہے۔ قلم کو مقدس فکر اور عبارت کو رقم کرنے کے لیے مامور کیا گیا ہے۔ اقدار کی تحریم ہی اس کا آئینِ مسلّم ہے۔ انسانی فکر و ذہن کو بھی عرفان و آگہی کی تقدیس و تطہیر کی ہدایت کی گئی ہے، تاکہ فکر کی پاکیزگی سے اعمال حسنہ وجود میں آسکیں۔ خیال کی بشارت سے ہی ظاہری وجود کی جمیل تر صورتیں آشکار ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر رشاد عثمانی فکر و عمل کے حسین ارتباط کے مظہر ہیں۔ ان مختلف اور متنوع مضامین

میں ان کے فکر و عمل کے حسنِ امتزاج کو ایک امتیاز حاصل ہے۔ نعتِ نبیؐ پر لکھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ فکر و عمل کے بے مثال پیکر ہوں۔ مدحِ رسالت مآبؐ میں شعری صناعی یا لسانی مہارت ممنوع اور غیر پسندیدہ عمل ہے۔ جذب و شوق کے اضطراب اور ایمان و اطاعتِ رسولؐ کی جنوں خیزی سے نعتِ رسالت مآبؐ کے اشعار فروزاں ہوتے ہیں۔ حبِّ رسولؐ کے تمام اسالیب اور اظہار دینِ مبین کے احکام کے پابند ہیں۔ کفر و دیں کی سرحدیں متعین ہیں۔ ان سے تجاوز کرنا حدّ ادب کے خلاف ہی نہیں گناہ عظیم ہے۔ نعت کے آداب و احکام پر مصنف نے فکر انگیز اشارے کیے ہیں، ان سے ان کی اعتدال پسندی کا علم ہوتا ہے۔

پیش نگاہ مجموعۂ مقالات میں کئی شعراء کے کلام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ شاید یہ اعتراف میں لکھے گئے یا مقامی نسبتوں کے زیر اثر رقم کیے گئے ہیں۔ ان سے عام قاری کو بھی متعارف ہونے کا ایک وسیلہ پیدا ہوا ہے۔ ان مقالات کے طفیل خود مصنف کے شوق اور خلشِ دل کا سراغ ملتا ہے۔ یہ انھی پر موقوف نہیں بلکہ قلبِ سلیم رکھنے والے ہر مومن پر لازم ہے کہ وہ آں حضرت ﷺ کی ذات گرامی کو انفس و آفاق کی ہر شئے سے زیادہ عزیز تر رکھے اور تسلیمِ جاں کے لیے تیار رہے۔ یہی حکم رب ہے اور مومن کی مستعار زندگی کا مطلوب و مقصود بھی۔ ان اشارات کے لیے میں ڈاکٹر رشاد عثمانی کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے رسول اکرم ﷺ کی راہِ سلسبیل سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم کیا۔

احقر

عبدالحق

۵/ستمبر ۲۰۲۳

عرض مرتب

استاذ محترم ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی ملک کے معروف ادیب اور مصنف ہیں۔ اردو شاعری میں نعت گوئی آپ کی وہ مشہور تحقیقی کتاب ہے جس پر انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی تھی۔ دراصل یہ ان کی پہلی باضابطہ تصنیف ہے، حالانکہ اس سے پہلے دینی، سوانحی اور ادبی موضوعات پر تین مجموعہ ہائے مضامین شائع ہو چکے تھے، جو دراصل ان کے دور طالب علمی کی یادگار ہیں۔ نعت گوئی پر یہ تحقیق 1991ء میں شائع ہوئی تھی۔ احباب کے مسلسل تقاضے پر اب وہ اس کتاب کی طبع ثانی کے لئے کوشاں ہیں۔ کتاب کی نظر ثانی اور حذف و اضافہ کا کام جاری ہے۔ حالانکہ ادھر دو برسوں سے مختلف عوارض میں مبتلا ہیں اور خراب صحت کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کا کام بہت متاثر ہوا ہے۔

ادب کے مختلف مسائل پر اور خصوصیت کے ساتھ اسلامی ادب اور اس کی نظریاتی بنیادوں پر آپ نے تفصیل سے لکھا ہے۔ لیکن ان سب کے ساتھ اردو کی نعتیہ شاعری آپ کے مطالعہ کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔ دراصل آپ سچے عاشق رسول ﷺ ہیں۔ اسی لیے نعت رسول پر خلوص و محبت کے ساتھ لکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نعت گوئی کے مختلف فکری و فنی پہلوؤں پر، نعت گو شعراء اور ان کے مجموعہ ہائے نعت پر ملک کے ادبی رسائل میں تسلسل کے ساتھ ان کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ اب ان کی خواہش پر ان کے ایسے مضامین جو انفرادی نوعیت سے ہٹ کر مجموعی انداز سے لکھے گئے ہیں، اس کا ایک انتخاب ترتیب دے کر ایک مجموعۂ مضامین کی صورت میں پیش خدمت کر رہا ہوں۔ یہ تمام مضامین ملک کے معتبر ادبی رسائل مثلاً ماہنامہ آج کل

دہلی، ماہنامہ پیش رفت دہلی، ماہنامہ سب رس حیدرآباد، سہ ماہی کاروان ادب لکھنؤ، کتابی سلسلہ نعت رنگ کراچی، سہ ماہی سیارہ لاہور اور کتابی سلسلہ دبستان نعت مئو یو پی میں شائع ہوتے رہے۔

یہاں اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ عثمانی صاحب کے مضامین کو کمپوز کرنے اور اسے مختلف رسائل کو میل کرنے کا کام میں مسلسل کرتا رہا ہوں، اسی لئے آج میرے کمپیوٹر میں گذشتہ بیس برسوں میں لکھے جانے والے ان کے تمام مضامین اور کتابیں محفوظ ہیں۔ لہٰذا جب انہوں نے ان مضامین کو ترتیب دینے کی بات مجھ سے کہی تو مجھے اس کام میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ میری خوش بختی ہے کہ اس معاملہ میں وہ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں اور مجھے ہمیشہ ان کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔

میری خواہش تھی کہ اس موقع پر میں اپنے استاذ محترم کی علمی و ادبی اور تعلیمی خدمات پر تفصیلی اظہار خیال کروں، مگر سر دست صرف یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ آج سے دس سال قبل جب پروفیسر عثمانی کی تعلیمی خدمات کے پچیس سال مکمل ہو گئے تھے تو بھٹکل میں ان کے تمام احباب اور ہم شاگردوں نے جشن سیمیں کا پروگرام کیا تھا اور ان کی خدمات کا بھرپور اعتراف کرتے ہوئے خراج تحسین پیش کیا گیا تھا۔ اس موقع پر ملک کے تقریباً تین درجن اہل قلم کے مضامین کا مجموعہ جو 184 صفحات پر مشتمل ہے، فروری 2013 میں شائع کیا گیا تھا۔ میری خوش قسمتی کہ اس مجموعہ میں آپ کی تعلیمی خدمات پر میرا بھی ایک مفصل مضمون شامل ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس مضمون کا صرف پہلا پیراگراف یہاں من و عن نقل کر دیا جائے، تاکہ عثمانی صاحب کی شخصیت اور خدمات سے متعلق میرے جذبات و تاثرات کی ایک چھوٹی سی تصویر آپ کے سامنے آ جائے۔

’’ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی میرے بے حد محبوب اور پسندیدہ استاذ رہے ہیں اور صرف یہ میرے نہیں بلکہ اپنے تمام طلباء میں بے حد مقبول اور ہر دلعزیز پروفیسر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں اور اس لحاظ سے نہ صرف اپنے کالج میں بلکہ پورے سماج میں اپنی ایک الگ پہچان رکھتے ہیں۔

میں نے بہت کم لوگوں کو اپنے شاگردوں کے درمیان ایسی عزت و احترام اور شہرت و مقبولیت ملتے دیکھا ہے۔ میرے خیال میں ایک مدرس اور معلم کی حیثیت سے عثمانی صاحب کی اس کامیابی کے پیچھے کئی وجوہات ہیں۔ اس میں سب سے پہلی چیز عثمانی صاحب کی بلند اخلاقی اور اپنے شاگردوں کے لئے بے پناہ شفقت و محبت کا جذبہ ہے، پھر ان کی اعلیٰ علمی صلاحیت اور کلاس میں سبق پڑھانے کا ان کا انوکھا انداز تو سونے پر سہاگہ کا کام کرتا ہے۔ میں نے پانچ سال تک ان سے کالج میں اردو پڑھی ہے، اور اس بات کے اعتراف میں مجھے خوشی اور فخر دونوں کا احساس ہو رہا ہے کہ آج میرے اندر جو علمی لیاقت، ادبی ذوق اور صحافت سے دلچسپی ہے، وہ سب عثمانی صاحب کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے۔ یہاں پر میں یہ بھی واضح کردوں کہ عثمانی صاحب کی تعلیمی خدمات کا ایک نمونہ تن تنہا میں نہیں ہوں بلکہ اس وقت انجمن کے جتنے تعلیمی ادارے ہیں چاہے بوائز اور گرلز ہائی اسکول ہو یا بوائز اور گرلز پی یو کالج، ان میں اردو کے جتنے اساتذہ ہیں، بیشتر کسی نہ کسی حیثیت سے عثمانی صاحب کے شاگرد رہے ہیں۔ اسی طرح بھٹکل کے نئے اہل قلم، رپوٹر اور صحافی چاہے وہ ساحل آن لائن، بھٹکل نیوز اور ہر پل آن لائن سے منسلک ہوں، ان میں بھی اکثر عثمانی صاحب کے شاگرد اور ان کے تربیت یافتہ ہیں۔ اس طرح گذشتہ بیس برسوں میں شہر بھٹکل میں اردو زبان و ادب کی تعلیم اور اس کے فروغ میں عثمانی صاحب کا جو حصہ ہے، اسے بھٹکل کی تاریخ ادب اردو فراموش نہیں کرسکتی۔''

('اعتراف و تحسین'، مرتبہ ڈاکٹر محمد حنیف شبابؔ، صفحہ ۱۴۰)

اُمید ہے کہ میلاد النبی ﷺ کے اس مبارک موقع پر نعتیہ شاعری پر مضامین کا یہ مجموعہ پسند کیا جائے گا۔ آپ کے تاثرات اور مشوروں کا منتظر رہوں گا۔

ابرارالحق خطیبی

آئی ٹی کوآرڈینیٹر اسلامک ویلفیر سوسائٹی، بھٹکل

اردو میں نعت گوئی کا ارتقاء

اردو میں نعت گوئی کا فن عربی و فارسی کے زیر اثر آگے بڑھا ہے۔ نعت گوئی کی ابتدا یوں تو عربی زبان سے ہوئی ہے۔ عربی زبان نے اپنی دوسری خوبیوں کے ساتھ فارسی شاعری کو نعت گوئی کا فن بھی عطا کیا۔ فارسی زبان، نعت گوئی اور مدح رسولؐ میں سب سے زیادہ خوش نصیب اور سرمایہ دار ہے۔ اس موضوع پر جتنا پرسوز و مؤثر، زندہ و تابندہ، نرم و شیریں اور والہانہ انداز کا کلام فارسی زبان میں ملتا ہے، اتنا کسی اور زبان میں نہیں ملتا۔ ہاں اس کے بعد اردو زبان کا نمبر آتا ہے، جو خود فارسی ادب کی خوشہ چیں بلکہ ایک لحاظ سے اس کی پیداوار ہے۔

تاریخی حیثیت سے اردو میں نعت گوئی کی روایت نئی نہیں، بہت پرانی ہے۔ اتنی ہی پرانی جتنی کہ خود اردو شاعری۔ قدیم دکنی شعراء سے لے کر آج تک اردو کا شاید ہی کوئی شاعر ہو جس نے نعتیہ اشعار نہ کہے ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی نے خاص شغف اور لگاؤ کے ساتھ کہے ہیں، کسی نے محض تکلّفات سے کام لیا ہے، کسی نے تواتر و اہتمام سے اس کام کو انجام دیا ہے اور کسی نے گاہے گاہے طبع آزمائی کی ہے، کسی نے طویل نعتیہ قصیدے اور مثنویاں لکھی ہیں، کسی نے مختصر نعتیہ غزلیں اور رباعیات کہی ہیں، کسی نے نعتیہ شاعری کے پورے پورے دیوان یادگار چھوڑے ہیں اور کسی کے ہاں اِکا دُکا نعتیہ غزلیں نظر آتی ہیں۔ کچھ نے اعلیٰ درجہ کی شاعری کے نمونے پیش کئے ہیں اور کچھ اوسط و ادنیٰ سے آگے نہیں بڑھ سکے۔ لیکن دو چار شعر قریب قریب ہر ایک نے کہے ہیں۔ مسلسل نہ سہی، متفرق اشعار کی صورت میں سہی۔ اردو شاعری کی چار سو سالہ تاریخ میں نعتوں کا کتنا بڑا ذخیرہ

جمع ہوگیا ہوگا، اس کا اندازہ ہر اس شخص کو ہوگا جس نے اردو شاعری کا تسلسل سے مطالعہ کیا ہے۔ گرچہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس ذخیرہ کا زیادہ تر حصہ بعض دوسرے موضوعات کی شاعری کی طرح معمولی درجہ کا ہے، لیکن ایک حصہ ضرور ایسا ہے جو فکر وفن کے معیار پر پورا اترتا ہے اور بلند پایہ شاعری کی زمرے میں آتا ہے۔

اردو شاعری کے باقاعدہ آغاز کے ساتھ ہی نعت گوئی کا بھی آغاز ہوا۔ لہٰذا ہر دور کے شعری نمونوں میں نعتیہ اشعار بھی کثرت سے ملتے ہیں اور بقول ڈاکٹر طلحہ رضوی برق:

''اردو کو دیگر زبانوں کے درمیان یہ اعزاز وافتخار حاصل ہے کہ اپنی پیدائش کے وقت سے ہی یہ مومنہ اور کلمہ گو رہی ہے۔ صوفیائے کرام اور مبلغین اسلام کے ہاتھوں دین متین کی ترویج واشاعت کے لئے یہ پروان چڑھی اور شروع سے ہی اس کی توتلی زبان پر حمد وثناء اور نعت رسول مقبول جاری ہوگئی۔

(اردو کی نعتیہ شاعری، از: ڈاکٹر طلحہ برق، ص ۵)

ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب ''اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا حصہ'' میں خواجہ بندہ نواز گیسودراز (م ۸۲۵ھ) کے کچھ اشعار کو اردو نعت کا اولین نمونہ قرار دیا ہے۔ لیکن اس ضمن میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے فخر الدین نظامی کی مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' (جسے ۸۲۵ء تا ۸۳۸ھ کی تصنیف تسلیم کیا گیا ہے) میں حمد کے بعد نعتیہ اشعار کو اردو کا پہلا مستند نمونہ قرار دیا ہے۔ (اردو نعت، از پروفیسر حفیظ تائب، مطبوعہ نقوش، لاہور رسول نمبر (جلد دہم) ص ۱۸۴)

یوں تو نویں صدی ہجری کے مختلف صوفی شعراء کے یہاں نعتیہ اشعار ملتے ہیں جن میں موسیقیت کے ساتھ محبت کی حلاوت اور جذبے کی گرمی بھی ہے۔ اس دور میں خوب محمد چشتی کی مثنوی ''خوب ترنگ'' (تصنیف ۹۸۶ھ) میں بھی کچھ نعت کے اشعار پائے جاتے ہیں۔ اس میں بقول

ڈاکٹر ریاض مجید، اردو زبان کی روایت کا نیا رجحان ملتا ہے۔ یہ رجحان ہندی پر عربی فارسی زبان کے اثرات کا ہے۔ (اردو نعت، از: ڈاکٹر ریاض مجید ص ۱۳۵) نمونہ ملاحظہ ہو:

جو سا آرسی وحدت جاں
جسم محمدؐ اسے پہچان
ایک عکس ماں جو ہوئے
قلب محمدؐ کا ہے سونئے
ایک عکس پھر ایک عکس جو پائے
یہی ابوالارواح کہلائے
مثل محمدؐ ہوئے نہ کوئے
سب اس کی تفصیل سے ہوئے

واقعہ یہ ہے کہ یہ گیارہویں صدی ہجری سے اردو کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے، اور اردو کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر سلطان محمد قلی قطب شاہ (م ۱۰۲۰ھ) نے نعت کی مستقل حیثیت متعین کی۔ محمد قلی قطب شاہ کو رسالت مآبؐ سے والہانہ عقیدت تھی۔ اور اس کے عہد میں ہر سال جشنِ میلاد النبیؐ منایا جاتا تھا، خود قلی قطب شاہ کا نعت سے شغف کا یہ عالم تھا کہ بیشتر غزلوں کے مقطع بھی نعتیہ ملتے ہیں اور پانچ باقاعدہ نعتیہ غزلیں بھی ہیں، ایک غزل کا مطلع دیکھئے:

چاند سورج روشنی پایا تمہارے نور تھے
آبِ کوثر کو شرف ٹھڈی کے پانی پور تھے

اس صدی میں زیادہ تر مثنوی میں نعتیہ اشعار لکھنے کا رجحان بڑھتا گیا۔ ملاوجہی کی مثنوی ''قطب مشتری'' (۲۰۲۸ھ) غواصی کی دو مثنویاں ''سیف الملوک (۱۰۳۵ھ) اور طوطی نامہ

(۱۰۴۹ھ) ابن نشاطی کی مثنوی ''پھول بند'' (۱۰۷۶ھ) اور نصرتی کی مثنوی ''علی نامہ'' (۱۰۷۶ھ) اور ''گلشن عشق'' میں نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ اسی دور میں ان نعتیہ مثنویوں کے علاوہ مولود نامے، معراج نامے اور وفات نامے کے ساتھ ساتھ منظوم سیرت نگاری کا بھی سلسلہ جاری ہوا۔ اس تمام نعتیہ کلام میں اسی دور کی فنی خوبیوں اور شاعرانہ حسن کے ساتھ جذب وشوق اور والہانہ عقیدت ومحبت کا اظہار ہوتا ہے۔

بارہویں صدی ہجری اردو شاعری کے امام ولی دکنی (م ۱۱۱۹ھ) سے شروع ہوتی ہے۔ جس طرح ولؔی نے اردو کے نئے شعری روایات کی بنیاد رکھی، اسی طرح ولؔی کے نعتیہ اشعار بھی اردو نعت کے ارتقائی سفر میں نئی منزل اور نئے رنگ وآہنگ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ولؔی کا نعتیہ سرمایہ ان کی غزلوں اور قصیدوں سے لے کر رباعیوں، مخمس، مستزاد پر مشتمل ہے، جوان کے مخصوص رنگ ریختہ کی ترجمانی کرتا ہے۔ ولؔی کے دیوان میں ایک قصیدہ نعت رسولؐ ہے۔ نعتیہ قصیدے کا ابتدائی رنگ جاننے کے لئے ولؔی کے اس نعتیہ قصیدے کے یہ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

عشق میں لازم ہے اول ذات کوں فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے

یا محمدؐ دوجہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں
خلق کوں لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے

جس مکاں میں ہے تمہاری فکر روشن جلوہ گر
عقل اول آ کے واں اقرار نادانی کرے

عارفاں بولیں گے جان و دل سوں لاکھوں آفریں
جب ولؔی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

آخر کے یہ دو شعر کتنے پھڑکتے ہوئے ہیں اور ان میں نعت کا حسن، رسولؐ کے فکر روشن کے ساتھ جلوہ گر ہے اور ولؔی کی اس نعتیہ گوہر افشانی سے ہر عارف وعاشق رسول کے دل سے آفریں کی صدا نکل رہی ہے۔

ولؔی کے دور میں قاضی محمود بحرؔی (م ۱۱۳۰ھ) سید محمد فراقی (م ۱۱۴۴ھ) جیسے شعراء بھی ملتے ہیں جو تادمِ آخر نعت لکھتے رہے اور ان کے نعتیہ اشعار بھی اپنا معیار فکر وفن رکھتے ہیں۔

اسی بارہویں صدی میں مرزا محمد رفیع سوؔدا (م ۱۱۹۵ھ) کا نام آتا ہے، جو شمالی ہند کے شاعروں میں پہلا ممتاز شاعر ہے۔ ولؔی سے سوؔدا تک فاصلہ اردو شاہراہ ادب پر نشان منزل کا حکم رکھتا ہے، اس شعری وادبی فاصلے کے درمیان زبان وبیان کی جو تبدیلیاں ہوئیں ان کا اظہار مجموعی طور پر سوؔدا کے نعتیہ قصیدے میں بدرجہ اتم نمایاں ہیں اور بقول ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ:

''اس کے قصیدے کو شمالی ہند میں اردو کی باضابطہ نعتیہ شاعری کا ابتدائی نمونہ کہا جاسکتا ہے''۔ (اردو کی نعتیہ شاعری، از ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ، ص ۳۴)

قصیدے کی تشبیب کو اخلاقی مضامین سے سنوار کر نعت کی تمہید کو مدح سے ہم آہنگ کر کے گریز کی صورت بھی نہایت خوب ہے، یعنی اس میں عشق مجازی سے بیزاری کا اظہار ہے اور اس کفر کو دل سے نکال کر دین محمدی میں داخل ہونے کی تلقین ہے:

نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
برہمن کو صنم کرتا تکلیف مسلمانی

اس کے بعد دین محمدی کی تعریف کے ساتھ نعت کا خصوصی مضمون شروع ہوجاتا ہے:

(اردو میں نعتیہ شاعری، از ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق، ص ۸۳)

زہے دین محمد پیروی میں اس کی جو ہووے

رہے خاکِ قدم سے اس کی چشم عرشِ نورانی
ملک سجدہ نہ کرتے عالم خاکی کو گر اس کی
امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

اردو شاعری کا مرکز تیرہویں صدی ہجری میں شمالی ہند میں بن چکا تھا۔ اس دور میں مشاہیر شعراء میں سے قریب قریب سبھی نے نعت کہنے کی سعادت حاصل کی۔ میر تقی میر (م ۱۳۲۵ھ) جیسے غزل گو شاعر نے بھی حصولِ برکت کی خاطر نعت کہی جو غزل کی ہیئت میں ہے، دو شعر ملاحظہ ہو:

جلوہ نہیں ہے نظم میں حسنِ قبول کا
دیواں میں شعر گر نہیں نعت رسولؐ کا
دھو منہ ہزار پانی سے سو بار پڑھ درود
تب نام لے تو اس چمنستاں کے پھول کا

ویسے اس صدی کے وسط تک کسی شاعر نے بھی باضابطہ نعت گوئی کو اپنا شعار نہیں بنایا، لیکن اکا دکا نعتیہ اشعار ہر کسی نے کہے ہیں۔ میر کے علاوہ اسماعیل شہید دہلوی (م ۱۲۴۶ھ) کی مثنوی ''سلک نور''، کرامت علی شہیدی (م ۱۲۵۶ھ) کا قصیدہ عزّا اور مومن دہلوی (م ۱۲۶۸ھ) نے قصیدے میں نعتیہ اشعار لکھے ہیں۔ کرامت علی شہیدی کے قصیدے کا ایک شعر ہے:

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس میں جس وقت ٹوٹے طائر روحِ مقید کا

شہیدی کی یہ تمنا پوری ہوئی اور حج بیت اللہ کے بعد مدینہ طیبہ کی حاضری کے لئے راستے میں بیمار ہوئے اور جب روضۂ رسولؐ سامنے نظر آنے لگا تو جان، جان آفرین سپرد کر دیں۔ شہیدی کا

یہ قصیدہ بے حد مقبول ہوا۔ اسی طرح مومنؔ کے قصیدے میں علمی شان اور تخیل کی بلندی کے ساتھ ساتھ روحِ عصر بھی پائی جاتی ہے:

چمن میں نغمہ بلبل ہے جو طربِ مانوس
کہ جیسے صبح شب ہجر نالاں ہائے خروس
جو شمع بزم کہوں اس کے روئے تاباں کو
کتاں و ماہ بنے نورِ شعلہ و فانوس
وہ کون؟ احمد مرسل شفیع ہر دوسرا
جو خلق کا سبب اور باعث معاد نفوس
جہاں متاع شہنشاہ آفتاب نشاں
فلک سریر، قمر طلعت، ملک ناموس

اس دور میں نعتیہ شعر کہنے کی رسم غالب (م ۱۲۸۵ھ) جیسے رند قدح خوار نے بھی نبھائی:

منظور یہ شکل، تجلی کو نور کی　　قسمت کھلی، ترے قد و رخ سے ظہور کی
اس کی امت میں ہوں میں میرے رہیں کیوں کام بند　　واسطے جس شہ کے غالب گنبد بے در کھلا

تیرہویں صدی کے ان تمام شعراء کے یہاں گو نعت باضابطہ فن کی صورت نہ اختیار کر سکی تھی لیکن ان کے نعتیہ اشعار خواہ وہ کسی ہیئت میں ہوں، اپنی فنی قدر و قیمت میں کسی طرح کم نہیں، لیکن رفتہ رفتہ تیرہویں صدی کے اواخر میں اردو نعت نے ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کر لی اور اس کو باضابطہ فن بنانے میں مولانا کفایت علی کافیؔ اور مولانا غلام امام شہید کا نام نمایاں ہے۔ مولانا کفایت علی کافیؔ مراد آباد کے برگزیدہ علماء میں تھے، ان کی تمام تر شاعری نعت و منقبت کے لئے وقف رہی۔ آپ نے تحریک آزادی ہند میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور اس کی پاداش میں گرفتار ہوئے

، پھانسی کا حکم ہوا، قتل گاہ کی طرف جاتے ہوئے یہ نعتیہ اشعار ان کی زبان پر تھے:

کوئی گل باقی رہے گا ، نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

ہم صفیرو! باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑ جائیں گی ، سونا چمن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافی و لیکن حشر تک
نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

مولانا کافی کی شہادت ۱۲۷۴ھ میں ہوئی اور آپ کا لہو نعت کی روایت کو رنگین بنا گیا۔

اسی دور میں مولانا غلام امام شہید (۱۲۹۶ھ) نے اپنی تمام شاعرانہ تخلیقی قوتوں کو نعت گوئی کے لئے وقف کر دیا، بقول ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ایک عرصے کی رسمی شاعری کے بعد ہم پہلی مرتبہ ایک نعت گو شاعر کو اس اجتہادی اور انفرادی رنگ کے ساتھ بزم سخن میں جلوہ گر پاتے ہیں، جس نے نعت رسولؐ کی لے ہی بدل دی اور آنے والوں کے لئے ایسا نمونہ چھوڑا کہ جس کی تقلید میں اردو نعتیہ ادب مضامین اور دل آویز طرز بیان سے مالا مال ہو گیا۔ مولانا شہید کے نعتیہ کلام میں قصیدہ، مثنوی، غزل سبھی اصناف ملتی ہیں، ایک نعتیہ غزل کے چند اشعار بطور نمونہ درج ہیں:

مداح ہوں جناب رسالت پناہ کا
عرشِ بریں پہ گوشہ ہے میری کلاہ کا

بے اس کے حکم کے نہ چلے لوح پر قلم
مالک ہے وہ تمام سپید و سیاہ کا

در پیش ہے عدم کا سفر سب کو دوستو

جو نعت کا کلام ہے توشہ ہے راہ کا

پیغمبروں کا شاہد عادل ہے وہ شہید
کیا مرتبہ ہے نام خدا اس گواہ کا

حافظ لطف علی خاں لطف بریلوی (م ۱۲۹۸ھ) غزل میں نعت گوئی کی روایت کے سب سے بڑے شاعر ہیں، بقول حفیظ تائب: ''انھوں نے غزل کو نعت کے لئے مخصوص کر کے نعت گوئی کے وسیع امکانات دریافت کئے اور اپنے فکر و فن کو نعتیہ غزل کے لئے وقف رکھا''۔ لطف بریلوی پہلے شاعر ہیں جنھوں نے اپنے مسلسل تخلیقی عمل سے شغف نعت کا اظہار کیا ہے، ان کا یہ رویہ نعت کو مستقل فن بنانے کی پہلی شعوری کوشش رہی ہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں:

وصف لکھتا ہوں نبیؐ کے حسن عالم گیر کا
کیوں نہ شہروں شہروں شہرہ ہو مری تحریر کا

اے لطف نعت گوئی میں یہ مرتبہ ہوا
مجھ کو حصول عشق حبیب خدا ہوا

لطف الطاف خدا ہوتا ہے جس شاعر پر
بخدا وہی مداح پیمبرؐ ہوتا ہے

ہم سر نہ آستانِ نبی سے اٹھائیں گے
سو گردشیں ہوں چرخ کی لاکھ انقلاب ہو

کافی، شہید اور لطف نے اردو نعت کو جہاں ایک مستقل فن کی صورت دی، وہاں ان کی شاعرانہ بصیرت اور حسن ادا نے نعت رسولؐ مقبول کا انداز ہی بدل دیا اور اسی طرح اردو کی نعتیہ شاعری اپنے فکر تازہ اور حسن بیان سے مالا مال ہو کر عروج کمال تک پہنچی۔

نعت گوئی کے دورِ تشکیل کی یہی روایت امیرؔ مینائی اور محسنؔ کاکوروی تک پہنچ کر تکمیل فن کا درجہ حاصل کرلیتی ہے۔امیر مینائیؔ نے نعت کے علاوہ دوسرے اصناف سخن میں بھی شاعری کی،مگر محسن کاکورویؔ تمام تر نعت گوئی سے وابستہ رہے،اس طرح نعت گوئی نے اپنے کمال فن کے ساتھ اردو شاعری میں اپنا نیا معیار و وقار بنایا۔

امیر مینائی (م ۱۳۱۸ھ) ایک مذہبی صوفی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔نعت گوئی سے ان کو فطری مناسبت تھی اور ساز گار طبیعت پائی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے پر آشوب ہنگامے سے متاثر ہوکر جب وہ کاکوری میں پناہ گزیں ہوئے تو ان کی ملاقات محسن کاکوروی سے ہوئی،ان کی صحبت کا امیر مینائی کی شاعری پر خاصا اثر پڑا،خصوصاً نعت گوئی کے رجحان میں اضافہ ہوا اور نعت سے متعلق کئی تصنیفات منظر عام پر آئیں۔امیر مینائی نے اپنی نعتیہ غزلوں میں تغزل کے باوجود شریعت کا پاس و لحاظ اور دریائے عشق کے تموج میں ادب واحترام کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔دو اشعار ملاحظہ ہوں:

موت ہے سر پر کھڑی یا رحمۃ للعالمینؐ
ہے مصیبت کی گھڑی یا رحمۃ للعالمینؐ
خلق تڑپی جاتی ہے کھیتی ہوئی جاتی ہے خشک
ابرِ رحمت کی جھڑی یا رحمۃ للعالمینؐ

محسنؔ کاکوروی (م ۱۳۲۲ھ) وہ شاعر ہیں جن کی سعی دل پزیر کی بدولت اردو نعت کو ادب عالیہ میں شمار کیا گیا۔بچپن ہی سے شعر و سخن کا شوق تھا اور عشق رسولؐ غالب تھا۔کہا جاتا ہے کہ نو سال کی عمر میں خواب میں زیارتِ رسولؐ سے مشرف ہوئے۔اور اسی خواب سے محسن کی نعتیہ شاعری کا آغاز ہوا۔''کلیاتِ محسن'' جو تمام تر نعتوں پر مشتمل ہے،قصیدے،مثنویاں،مسدس، رباعیات اور غزلیں تمام ہی ہیئتوں میں نعتیں کہی ہیں۔محسن کاکوروی کا مشہور قصیدہ لامیہ ''مدیح

المرسلینؐ'' کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔اس بے مثال قصیدے کے چند اشعار بطور نمونہ درج ہیں:

گل خوش رنگ رسول مدنی و عربی
زیب دامان ابد ، طرہ دستار ازل
نہ کوئی اس کا سایہ ہے نہ ہمسر نہ نظر
نہ کوئی اس کا مماثل ، نہ مقابل ، نہ بدل
اوج رفعت کا کنول ، غل دو عالم کا ثمر
بحر وحدت کا گہر ، چشمہ کثرت کا کنول
مہر توحید کی ضو ، اوجِ شرف کا مہٗ نو
شمع ایجاد کی لو ، بزم رسالت کا کنول

اردو شاعری میں نعت گوئی کی قدر و قیمت کا اندازہ محسن کاکوروی کے اس قصیدے اور دوسرے نعتیہ کلام سے ہوتا ہے۔ان کے قصیدے کی شان و شوکت اور مثنویوں میں تقدس و پاکیزگی کی فضا اردو کی نعتیہ شاعری میں ایک گراں قدر اضافہ ہے،محسن کا شاعرانہ اور فنکارانہ کمال،ان کی نعتیہ شاعری کا طرۂ امتیاز ہے۔ان کا شعری کمال فن نعت گوئی میں اس طرح نمایاں ہے کہ وہ اردو نعت کی پوری روایت میں تنہا نظر آتے ہیں،محسن کا یہ شعر حقیقت حال ہے:

سخن کو رتبہ ملا ہے مری زباں کے لئے
زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کے لئے

محسن کاکوروی پر اردو نعت کے ایک دور کا اختتام ہوتا ہے۔اس دور میں نعت،زیادہ تر حصول سعادت اور تسکین دل کا ذریعہ سمجھی گئی،اسی لئے ان میں والہانہ اور عاشقانہ وارفتگی پائی جاتی ہے۔

دور جدید میں نعت گوئی کی ایک داغ بیل ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد پڑی، اس دور میں ملت اسلامیہ میں فکری انقلاب کی نئی لہریں اٹھیں، جس سے نعت میں ایک نیا طرز احساس پیدا ہوا، اجتماعی شعور اور افکار تازہ کی لے بڑھی، اس دور کو جدید اردو شاعری کا دور کہا جاسکتا ہے۔ جس کے امام مولانا حالی تھے۔ حالی کی لے کے ساتھ مولانا شبلی، نظم طباطبائی، مولانا ظفر علی خاں اور علامہ اقبال کی آواز نے اردو شاعری میں ایک نئی گونج پیدا کی، ان بزرگ شعراء کے افکار کی روشنی سے نعت گوئی کے فن میں مزید تابانی آئی اور اس فن میں وسعت وارتقاء کے کچھ نئے امکانات اجاگر ہوئے اور پرانی روش و انداز سے ہٹ کر نعت گوئی میں ذکر رسول اور حب رسولؐ کے ذریعہ اتباعِ رسولؐ کے جذبہ کو بیدار کرنے کی کوشش کی گئی۔ حضورﷺ کی زندگی اور تعلیمات سے انسانی زندگی کی اعلیٰ اقدار کا تعین کیا جانے لگا اور اس کی روشنی میں اسلامی اقدار کی تائید وفروغ کا رجحان پیدا ہوا، حضور اکرمﷺ کی مثالی سیرت مینارۂ نور بن کر سامنے آئی، زندگی کی تاریک راہوں میں روشنی بکھیرنے کا نعت گوئی ایک ذریعہ بنی۔ عشق ذات کے ساتھ شعور صفات نعت کی خصوصیت بنی اور پھر اقبال نے تو اردو شاعری میں نعت گوئی کے ذریعہ، جہان معانی کے نئے نئے امکانات روشن کئے جن کی کوئی حد نہیں رہی۔

حالؔی کی مسدس ''مدوجزر اسلام'' یا ''عرضِ حال بجناب سرور کائناتؐ '' دونوں ہی نظموں کے نعتیہ اشعار میں جذبات عقیدت ومحبت میں مقصدیت کا حسین امتزاج اور بارگاہِ رسالتؐ کے آداب کا پاس ولحاظ ہر کہیں نظر آتا ہے۔ مولانا شبلی نے سیرت النبیؐ کے واقعات وحالات کو سادگی و پرکاری کے ساتھ نہایت مؤثر انداز میں شعر کے جامہ میں ڈھالا ہے جن کی دل کشی ودل آویزی ہمارے قلب وذہن پر ایک ایسا نقش چھوڑتی ہے جس سے متاثر ہوئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔ شبلی کا یہی وہ شاعرانہ کمال ہے جو ان کی اسلامی تاریخی شاعری اور نعتیہ کلام میں نظر آتا ہے۔ اسی طرح نظم

طباطبائی نے بھی تاریخ اسلام کے واقعات کو قصیدوں میں سمونے کی ایک نئے طرز وانداز سے کوشش کی۔ ان کے قصائد، ذکر بعثت وفتح مکہ، قصیدہ معراج، ہجرت، غزوۂ بدر، قصیدۂ احزاب، خیبر اور حنین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولانا ظفر علی خاں نے اپنی جولانی طبع، درد دین وملت اور قدرتِ کلام کی بدولت اردو نعت کو وہ شوکت ورعنائی بخشی، جس نے اس فن کی مقبولیت میں اضافہ کیا۔ انہوں نے پہلے پہل جب یہ نعت لکھی:

''وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں''

تو اس کی دھوم سارے ملک میں مچ گئی اور یہ مصرع زبانِ زد خاص وعام ہوگیا۔ ظفر علی خان خود جذبہ سرفروشی سے سرشار تھے اور انہوں نے اپنی نعتوں کو امت محمدی کے اندر جذبہ سرفروشی پیدا کرنے کا ذریعہ بنایا، جس میں وہ بے حد کامیاب رہے، اس طرح انہوں نے نعت کے فن کو ایک نئی قدر وقیمت بخشی۔

اردو شاعری کے عہدِ جدید میں نعت گوئی کے فن کو اقبال نے ''ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی'' بخشی اور اس راہ میں مرحلہ شوق کی کوئی حد باقی نہیں رکھی۔ واقعہ یہ ہے کہ اقبال نے جو کہ نظم نگاری میں جدید انداز واسلوب کے موجد وخاتم دونوں ہی ہیں، اور جس طرح وہ اردو شاعری میں ایک سنگ میل بنے ہوئے ہیں، اسی طرح نعت گوئی کے فن کو بھی وہ تب وتاب بخشی ہے جو اپنے اندر'' ذوق وشوق'' کی ایک داستان سمیٹے ہوئے ہے ''ارمغانِ حجاز'' جو فارسی میں ان کا آخری نعتیہ مجموعہ کلام ہے۔ ایک ایسا پیام محبت ہے جس سے دلوں میں سرور وشوق پیدا ہوتا ہے، اقبال نے اپنے اس والہانہ ذوق وشوق کا اظہار اس طرح کیا ہے:

کافر ہندی ہوں میں دیکھ میرا ذوق و شوق
دل میں صلوٰۃ و درود ، لب پر صلوٰۃ و درود

اقبال کی نعتیہ نظم ''ذوق وشوق'' جو اظہار وابلاغ کی ندرت اور زبان کی قدرت کے اعتبار سے بے نظیر وشاہ کار ہے، اپنے اسلوب و انداز میں قافلۂ حجاز کی ایک ایسی داستان ہے جس میں مناظرت فطرت کا بیان ہے، اور اس میں عربوں کی سادہ و دل کش زندگی بڑی خوبی وخوش اسلوبی سے بیان کی گئی ہے، پھر سوز وساز، ذوق وشوق، عقل وعشق، مومن کا جمال وجلال اور عشق کی سوزش و سرمستی کے ساتھ وصل وفراق کی کیفیتوں کا موازنہ، سب کچھ موجود ہے۔ اس پوری نظم کا انداز و اسلوب ایسا ڈرامائی ہے جس سے حالات و واقعات کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے اور قال، حال اور خبر نظر بن گئی ہے۔ اقبال نے اپنے نعتیہ کلام میں عجمی حسن طبیعت اور عربی سوز دروں کے حسین امتزاج سے فکر وفن کا جو چراغ جلایا ہے، وہ اردو نعت کا نقطۂ عروج ہے، جس حد تک اردو کا کوئی دوسرا شاعر ہنوز نہیں پہنچ سکا ہے۔ نعت کے عظیم مستقبل کے امکانات اقبال کے اسی نقش شاعری سے روشن ہیں۔

اردو کی نعتیہ شاعری کے دورِ جدید میں ایک نام مولانا احمد رضا خان بریلوی (م ۱۳۴۰ھ) کا بھی آتا ہے۔ وہ اپنی ذات سے خود ایک انجمن ہیں اور ان کی ذات ایک منفرد اور مقبول دبستانِ نعت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے یہاں پر علیحدہ سے ان کا ذکر ضروری ہے۔ انہوں نے نعت کے فروغ وارتقاء میں تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے اور فن نعت پر ان کے اثرات بڑے گہرے ہیں۔ ان کا دیوانِ نعت ''حدائق بخشش'' تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

> ''تبحر علمی، زورِ بیان اور وابستگی وعقیدت کے عناصر ان کی نعت میں یوں گھل مل اور رچ بس گئے ہیں کہ اردو نعت میں ایسا خوشگوار امتزاج کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا''۔ (اردو نعت، از ڈاکٹر ریاض مجید، ص ۲۷۹)

اس دبستانِ نعت سے متعلق اردو کے دوسرے بہت سے شعراء بھی ہیں، ان سب کا

احاطہ اس موقع پر ممکن نہیں، لیکن ان سب نے اردو کی نعتیہ شاعری کو پروان چڑھانے میں بھرپور حصہ لیا ہے، جن سے نعت کی فنی قدر وقیمت میں اضافہ ہوا ہے۔

اردو شاعری کا دوسرا دورِ جدید ۱۹۴۷ء تقسیم ہند سے پہلے کا ہے۔ برصغیر ہند میں نعت گوئی کا یہ دور اپنا ایک علیحدہ مقام رکھتا ہے۔ ان میں ایسے شعراء پیدا ہوئے جنہوں نے نعت کو اپنا خاص موضوع بنایا اور اس فن کو اپنے نعتیہ کلام سے بامِ عروج تک پہنچایا۔ ان میں خاص طور پر اقبال سہیل جن کا نعتیہ کلام ارمغانِ حرم، سیماب اکبرآبادی کا نعتیہ مجموعہ سازِ حجاز، امجد حیدرآبادی کی نعتیہ رباعیات، بہزاد لکھنوی کے نعتیہ مجموعے نغمۂ نور، کیف وسرور، چراغِ نور، نعت حضورؐ اور ثنائے حبیبؐ، حمید صدیقی جو سراپا عاشق رسولؐ ہیں ان کا مجموعۂ کلام گلبانگِ حرم، بستانِ حرم، ضیاء القادری کی تجلیاتِ نعت، ماہر القادری کے مجموعۂ کلام ذکر جمیل، نغماتِ ماہر اور فردوس میں شامل نعتیں، شفیق جونپوری کے مجموعہ کلام سفینہ، فانوس اور حرمین میں شریک نعتیہ کلام اور حفیظ جالندھری کا شاہنامہ اسلام قابل ذکر ہیں۔ ان تمام شعراء نے نعت کے فن کو اپنی شاعرانہ صلاحیت اور ذاتِ رسولؐ سے والہانہ شغف ومحبت کے ذریعہ جلا بخشی، اور رنگ ونور سے بھر دیا۔ ان شعراء کو اپنے فن اور نعت گوئی میں جو کمال حاصل ہے۔ اس نے اس فن کو اردو شاعری میں بڑی اہمیت بخشی ہے اور اس کے فنی قدر و قیمت میں اضافہ کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی نعتیہ شاعری پر علیحدہ علیحدہ قلم اٹھانے کی ضرورت ہے تا کہ اردو میں نعتیہ شاعری کی حقیقی قدر و قیمت اور اہمیت کا اندازہ ہو سکے، بہر حال ان حضرات نے اردو شاعری میں یکسوئی کے ساتھ اس فن کو پروان چڑھایا۔ ان کے مجموعہ کلام میں ان کے فن اور عشق کی بجلیاں بھری پڑی ہیں اور ذات رسول کی تجلیاں روشن ہیں۔ ان باقاعدہ نعت نگاروں کے علاوہ بیدم شاہ وارثی، اختر شیرانی، احسان دانش، شورش کاشمیری، مولانا عبدالباری معینی اجمیری عہد آفریں اور معرکہ آرا نعتیں لکھی ہیں۔ ان کی نعتیہ منظومات بہت مقبول رہی ہیں۔

تقسیم ہند کے بعد ہندو پاک کے شعراء میں نعت نگاری کا عام رجحان پیدا ہوا اور شائد ہی

اردو کا کوئی بدنصیب شاعر ہو، جس نے اس میں طبع آزمائی کی سعادت نہ حاصل کی ہو۔ ہندوستان کے جن شعراء نے خاص طور پر نعت کو اپنا موضوع بنایا، ان میں نشور واحدی، عامر عثمانی، عروج قادری، حفیظ بنارسی، عمیق حنفی، کلیم عاجز، حفیظ میرٹھی، بیکل اتساہی، ساجد صدیق، والی آسی، طلحہ رضوی برق، طفیل احمد مدنی، ابوالبیان حماد عمری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جنھوں نے باضابطہ نعتیں کہی ہیں اور جن کے نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی آزاد ہندوستان میں نعت گوئی کا رجحان اور میلان بڑھ رہا ہے۔ اردو کا کوئی رسالہ اور اخبار ایسا نہیں ہے جس میں دو چار نعتیں نہ شائع ہوتی ہوں اور ان کی فہرست طویل ہے، پھر بھی خاص طور پر ابوالمجاہد زاہد، عرفان صدیقی، زیب غوری، عزیز بگھروی، رؤف خیر، مسعود جاوید ہاشمی، جوہر بلیاوی، تابش مہدی، علیم صبانویدی، راہی فدائی نمایاں نعت گو شعراء ہیں۔ جنھوں نے بڑی عقیدت و محبت سے نعتیں کہی ہیں اور کہہ رہے ہیں، جن سے مستقبل میں نعتیہ شاعری کے روشن امکانات ہیں۔ نعت گوئی نے جس عاشقانہ جذبے اور فنکارانہ اسلوب سے اردو شاعری میں جگہ بنائی ہے، اس سے اردو شاعری میں نعت کی اہمت اور قدر و قیمت سمجھی جاسکتی ہے۔

تقسیم ہند کے بعد آزاد ہندوستان میں اردو نعت کے اس مختصر اجمالی جائزے کے بعد پاکستان میں اردو نعت کے ارتقاء اور وہاں اس فن میں جو کوششیں اور تخلیقی کاوشیں کی گئی ہیں، ان پر بھی ایک نگاہ ڈال لینا ضروری ہے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ اردو نعت کا مقام کیا ہے اور پاکستان میں اس فن پر کتنا کچھ کام ہوا ہے، اس سلسلے میں جناب پروفیسر حفیظ تائب نے اپنے مقالہ ’اردو نعت‘‘ (مطبوعہ نقوش لاہور، رسول نمبر جلد دہم، ص ۱۸۸) میں بڑی جامعیت اور اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ میں اپنے اس مقالے کو انہیں کے درج ذیل اقتباس پر ختم کرتا ہوں:

’’قیامِ پاکستان کے بعد اردو نعت نے حیرت انگریز ترقی کی ہے، اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی اس نظریاتی مملکت میں ذکر رسولؐ کا چرچا ہونا قدرتی اور فطری عمل ہے۔ ابلاغ عامہ

کے قومی اور نجی ذرائع کی طرف سے کی گئی حوصلہ افزائی کی بدولت نعت گوئی کی رفتار تیز تر ہو رہی ہے، اس کا کینوس، اس کے موضوعات اور فنی تجربات پھیل رہے ہیں۔ نعت میں اس انقلاب کی بازگشت صاف سنائی دینے لگی ہے، جسے برپا کرنے کے لئے حضور اکرمؐ تشریف لائے تھے۔ وہ روحانی، تمدنی اور اخلاقی آشوب بطور خاص نعت کا موضوع بنا ہے، جس سے امت مسلمہ اور عہد حاضر کا انسان دوچار ہے۔ اس دور کے نعت نگار اپنے ذاتی اور کائناتی دکھوں کا مداوا حضور اکرمؐ کے منشور حیات اور تعلیمات کو نعت میں سمویا جا رہا ہے۔ یوں نعت زندگی سے ہم آہنگ ہو کر، عہد حاضر کا سب سے مقبول اور محبوب موضوعِ سخن ٹھہری ہے اور ’’**ورفعنا لك ذكرك**‘‘ کی صداقت کا ثبوت بہم پہنچا ہے۔

تمام اصناف شعر میں نعت لکھی جا رہی ہے۔ قصیدہ بغیر کسی ظاہر تحسین کے مسلسل ارتقاء پذیر ہے۔ اور اس کی بہت سی نئی جہات سامنے آئی ہیں۔ پاکستانی دور کے قصیدہ نگاروں میں عبدالعزیزؔ، خالد، جعفر طاہرؔ حافظ مظہر الدین، خالد احمدؔ، عبداللہ خاورؔ، حافظ محمد افضل فقیرؔ، حافظ لدھیانویؔ، قمر انبالویؔ، غلام رسول ازہرؔ، علیم ناصریؔ، سرور سہارنپوریؔ، خالد بزمیؔ اور نظیر لدھیانوی کے نام شامل ہیں۔ مثنویاں سید منیر علی جعفریؔ، ملک منظر حسین منظورؔ اور سید یزدانی جالندھریؔ نے لکھی ہیں۔ مسدس میں جوشؔ کے بعد محشر رسول نگریؔ، احسان دانشؔ، صہبا اخترؔ، سیف زلفیؔ، قیصر بارہویؔ، انور مسعودؔ، رحمان کیانیؔ اور آسی ضیائیؔ کے نام قابل ذکر ہیں۔

گیت کے پیرائے میں نعتیہ منظومات لکھنے کا امتیاز مظفر وارثی کو حاصل ہوا ہے، مختصر پابند نظمیں لکھنے میں کرم حیدری، جلیل عالی اور کئی دوسرے شعراء پیش پیش ہیں۔ منظوم سیرت کے نئے امکانات راجہ عبداللہ خاں نیاز نے دریافت کئے ہیں۔ تضمین میں منور بدایونی، اختر الحامدی، عبدالمجید سالک، شورش کاشمیری، ناصر کاظمی، بشیر حسین ناظم اور ناصر زیدی نے خوب صورت اضافے کئے ہیں۔ نظم آزاد میں نعتیہ تجربے کرنے والوں میں مختار صدیقی، عبدالعزیز خالد، عارف

عبدالمتین ، جیلانی کامران ، ادا جعفری ، نعیم صدیقی ،ظہور نظر ، قیوم نظر ، امین راحت چغتائی ، اطہر نفیس ،محسن احسان ، امجد اسلام امجد ،قمر ہاشمی ، رشید قیصرانی ، پروین شاکر ، صائمہ خیری ، ناہید قاسمی ، تحسین فراقی ، جعفر بلوچ اور الطاف قریشی کے نام شامل ہیں ۔نثری نظم میں تجربہ کرنے والوں میں احمد فراز کا نام سرفہرست ہے ۔

غزل کی روایت میں نعت کہنے والوں میں ہر چھوٹا بڑا شاعر شامل ہے ۔جنہوں نے غزل کی روایت میں اس موضوعِ سخن کے لامحدود امکانات سمجھائے ہیں ۔نوجوان شعراء کی نعتیہ غزلوں میں جذبے کی فراوانی اور بیان کی حسن کاری نعت کے عظیم تر مستقبل کی نشاندہی کرتی ہے‘‘۔

☆☆☆

نعتیہ شاعری کے آداب اور اسالیب

حضرت ناوک حمزہ پوری کا مبسوط مقالہ ’’نعتیہ شاعری کے آداب‘‘ ’’پیش رفت‘‘ کے ستمبر ۲۰۰۴ء کے شمارے کی زینت بنا ہے ۔ جناب ناوک ایک کثیر الجہت اور بزرگ ادیب، نقاد، افسانہ نویس، انشائیہ نگار، غزل گو، نعت گو شاعر اور ادب اطفال کے کامیاب قلم کار ہیں ۔

نعتیہ شاعری پر ادھر اُن کے کئی مضامین ’’پیش رفت‘‘ میں آئے ہیں ۔ اُن کے تنقیدی مضامین کا ایک مجموعہ بر وقت نام یاد نہیں آ رہا ہے، ہمارے مخلص دوست اور خوش فکر شاعر اور صحافی عطا عابدی نے بطور خاص یہ کتاب مجھے بھجوائی تھی، جو میرے وطن گیا (بہار) کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے ۔اس مجموعہ کا پہلا مضمون ’’اُردو کی نعتیہ شاعری‘‘ پر ہے، جو نہایت مبسوط ، مدلل اور وقیع ہے ۔اس مضمون میں جناب ناوک نے کئی جگہ اس حقیر کا ذکر خیر فرمایا ہے اور ہماری کتاب اُردو شاعری میں نعت گوئی کا حوالہ دیا ہے ۔ زیر نظر مضمون کے آغاز میں جناب ناوک نے ادبی حلقہ ’’سلسلہ‘‘ کے نعتیہ مشاعرہ اور اس میں پیش کئے گئے معروف ناقد پروفیسر وہاب اشرفی کے افتتاحی خطبہ کا ذکر کیا ہے ۔ یہ خطبہ تو میری نگاہ سے نہیں گذرا حالانکہ پٹنے کے اخبار میں شائع ہوا تھا، وطن جانے پر دوستوں نے بتایا تھا کہ اس خطبہ کے آغاز میں استاذ محترم پروفیسر وہاب اشرفی نے نعت پر تحقیق کے حوالہ سے ہمارا بھی ذکر خیر کیا ہے ۔ مجھے نہیں معلوم اُن کی کس بات سے ناوک صاحب کو حیرت اور کوفت ہوئی ۔ ڈاکٹر اشرفی صاحب کا نعت شریف کو ایک ’’صنف‘‘ قرار دینے میں تذبذب کا اظہار کوئی نئی بات نہیں ہے ۔عصر حاضر کے اکثر جدیدیت پسند ادباء و ناقدین نے نعت کو باضابطہ

صنف سخن نہیں مانا ہے۔ چنانچہ جب میں اس موضوع پر پروفیسر وہاب اشرفی کی نگرانی میں تحقیقی مقالہ سپردِ قلم کر رہا تھا تو یہ بحث سامنے آئی تھی اور میں نے استاذِ محترم سے فکری اختلاف ظاہر کیا تھا۔ جناب اشرفی ایک نہایت شریف النفس، وسیع النظر اور عالی ظرف انسان ہیں، افہام و تفہیم، علمی دیانت داری اور رواداری اُن کے مزاج کا حصہ ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں نہ صرف میرے ساتھ ہر طرح کا تعاون کیا بلکہ مجھے کھلی چھوٹ دی کہ میں اپنے مخصوص فکری زاویہ اور ادبی رویہ کے تحت اس موضوع کا مطالعہ کروں۔ اس بارے میں اور بھی بہت سی اچھی باتیں ہیں جو میں کسی دوسرے مناسب موقع پر انشاءاللہ تحریر کروں گا۔

اُردو شاعری کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں، ایک غزل اور دوسری نظم۔ غزل اپنے مخصوص تمدنی مزاج، تہذیبی کردار اور والہانہ عشقیہ مضامین کی وجہ سے ایک مکمل اور اہم صنف سخن کی حیثیت رکھتی ہے تو دوسری طرف اس صنف نے اپنے مخصوص تکنیکی اور ہیئتی نظام کی مقبولیت اور دلکشی کی وجہ سے ایک توانا ہیئت کا بھی کام دیا ہے۔ ان معنوں میں غزل ایک صنف سخن بھی ہے اور ایک شعری ہیئت بھی۔ اسی طرح اُردو شاعری کی دوسری اہم قسم نظم ہے۔ نظم تسلسل خیال اور موضوعات کی رنگا رنگی کی وجہ سے پہچانی جاتی ہے اور مختلف شعری ہیئتوں میں اس کا اظہار ہوتا ہے۔ اس وجہ سے نظم اُردو شاعری کی ایک اہم صنف قرار دی گئی۔ اس کی صنفی شناخت نہ بالکلیہ موضوع پر منحصر ہے اور نہ کسی خاص ہئیت پر۔ نظم کے جہاں موضوعات لامحدود ہیں وہیں اس کی ہئیتیں بھی بے حد متنوع ہیں۔ اسی طرح اُردو شاعری میں یہ دونوں اہم قسمیں مختلف موضوعاتی صنف اور متنوع ہیئتی شناخت رکھتی ہیں۔ اس سلسلہ میں دو اصطلاحیں ''صنف'' اور ''ہئیت'' ہمارے سامنے ہیں، لیکن جناب شمیم احمد نے اپنی کتاب ''اصناف سخن اور شعری ہئیتیں'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

''اُردو اقسام شعر کی شناخت اور درجہ بندی کے لئے کسی منطقی اصول سے کام نہیں لیا گیا، اکثر اصناف وہ ہیں جو اپنی مخصوص اور متعینہ ہیئت

کی بنا پر صنف کا درجہ اختیار کر گئیں اور ہیئت ہی ان کی صنفی شناخت قرار پائی۔ اس کے برعکس چند اصناف ایسی بھی ہیں جو محض اپنے مخصوص موضوع کی وجہ سے صنف کے درجہ پر پہنچیں اور موضوع ہی اُن کی اصل شناخت کا درجہ ہے۔''

اس صنفی تناظر میں بلاشبہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ نعت اُردو شاعری کی ایک اہم موضوعی صنف سخن ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ نعت جیسی اہم اور مقبول شاعری کو اصناف سخن میں شامل نہ کرنا بڑی زیادتی ہے۔ اس زیادتی کی وجہ غالباً وہ انتہا پسندی ہے جو ہمارے ناقدین کسی صنف کا تعین محض ہیئت کی بنا پر کرتے رہے ہیں اور نعت خالص دینی، اخلاقی اور موضوعاتی شاعری رہی ہے۔ بات یہ ہے کہ بعض اقسام شعر مثلاً قصیدہ، غزل اور نظم کی صنفی شناخت موضوع اور ہیئت دونوں ہی وسیلوں سے ہوتی ہے اور بعض صنف سخن جیسے مثنوی، رباعی، ترکیب بند وغیرہ صرف شعری ہئیتیں ہیں، اور اسی طرح اُردو شاعری کی دو اہم صنف مرثیہ اور نعت ہے۔ ان دونوں کی صنفی شناخت خالص موضوع پر مبنی ہے۔ جہاں تک مرثیوں کا تعلق ہے تو انیس و دبیر کے مرثیوں کی بے پناہ مقبولیت کی وجہ سے بڑی حد تک ''مسدس'' کی ہیئت اس کی پہچان میں داخل ہو گئی اور واقعہ یہ ہے کہ نعت کی مقبولیت مرثیہ سے زیادہ رہی اور اس کی مقبولیت کا کچھ یہ عالم رہا ہے کہ اکثر شعراء نے مختلف شعری ہیئتوں میں نعت کے تجربوں سے اُردو شاعری کو مالا مال کیا۔

اُردو شاعری کے آغاز سے لے کر آج تک اُردو کا شاید ہی کوئی مسلمان بدنصیب شاعر رہا ہو جس نے نعتیہ اشعار نہ کہے ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی نے خاص شغف اور لگاؤ کے ساتھ کہے ہیں اور کسی نے محض تکلفات سے کام لیا ہے، کسی نے تواتر و اہتمام سے اس کام کو انجام دیا ہے اور کسی نے گاہے گاہے طبع آزمائی کی ہے۔ نعت گوئی کی اس مقبولیت اور اس کی بے پناہ وسعت کے کئی اسباب و محرکات ہیں جن کا تذکرہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنی کتاب میں تفصیل سے کیا ہے۔

جناب ناوک نے بجا فرمایا ہے کہ ''نعت گوئی کیلئے بعض حلقوں سے جو ایمان کی شرط عائد کی گئی ہے اُسے میں یکسر مسترد تو نہیں کرتا لیکن مکمل اتفاق بھی نہیں کرتا۔'' شاید اس لئے کہ اُردو شاعری کی ابتداء اور ارتقاء میں غیر مسلموں کا بڑا حصہ ہے اور نعتیہ شاعری کے ہر دور میں کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے اُن کا معیار بہت بلند ہے اس سلسلہ میں حال ہی میں نور احمد میرٹھی (کراچی) کی ایک کتاب بہ عنوان ''بہر زماں بہر زباں'' شائع ہوئی ہے جو انہوں نے بڑی محبت سے مجھے بھجوائی تھی۔ ۶۸۰ صفحات پر ساڑھے تین سو غیر مسلم نعت گو شعراء کے عالمی تذکرہ پر مشتمل ہے، جو دراصل مصنف کا عظیم کارنامہ ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ عصر حاضر میں مختلف مکاتب فکر اور دبستان ادب کے معتبر ترقی پسند، جدید اور جدید تر شعراء تسلسل سے نعتیہ شاعری کر رہے ہیں، ان میں فیض احمد فیض سے لے کر احمد ندیم قاسمی، احمد فراز، قتیل شفائی، سرشار صدیقی، حفیظ تائب، انور سدید اور عطاء الحق قاسمی وغیرہ تک سامنے کے چند نام ہیں۔ پھر ہندو پاک میں جتنے ادبی رسائل نکل رہے ہیں خواہ وہ ارض پاک کے فنون، نقوش، سیپ اور سیارہ ہوں یا ہندوستان کے ادبی ماہنامے، ان سب کے آغاز میں نعتوں کا بڑا حصہ اہتمام کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ نعت کی یہ بے پناہ مقبولیت رسول مقبول حضرت محمد مصطفی ﷺ کی شخصیت کا اعجاز نہیں تو اور کیا ہے۔

اب آیئے آداب نعت کی طرف، جس پر جناب ناوک نے اپنے اس مضمون میں تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے اور خاص طور سے شعراء کو شرک و بدعت سے اجتناب کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کلام اللہ کی کچھ موٹی موٹی باتیں بیان کی ہیں، جنہیں نعت گوئی کے وقت پیش نظر رکھنی چاہئیں۔ اس سلسلہ میں مجھے نوجوان محقق ڈاکٹر شمس بدایونی کی ایک مختصر سی کتاب یاد آ رہی ہے جو ۱۹۸۸ء میں ''اُردو نعت کا شرعی محاسبہ'' کے عنوان سے شائع ہوئی تھی اور انہوں نے اسی وقت اپنے خط کے ساتھ تبصرے کے لئے مجھے بطور خاص بھیجی تھی، اس کتاب میں پہلی بار اُردو نعت کے حوالہ سے غیر مشروع اور مشروع موضوعات کی وضاحت کتاب و سنت کی روشنی میں کی گئی ہے۔ جناب

ناوک حمزہ پوری نے اپنے مضمون کا اختتام ایک شعر پر کیا ہے، جس کے متعلق وہ لکھتے ہیں ''یہ شعر بظاہر تو بے ضرر سا لگتا ہے بلکہ میں نے اکثر احباب کو اس شعر پر سر دھنتے دیکھا ہے لیکن غور کیجئے تو اللہ اور اس کے رسول دونوں کی شان میں گستاخی ہے، تخیل کی وادیوں میں شاعر اس طرح بھٹکا ہے کہ اللہ اور رسول دونوں کو اُردو کی روایتی غزلیہ شاعری کا عاشق و معشوق سمجھ بیٹھا ہے'':

ایک دن عرش پہ محبوب کو بلوا ہی لیا
ہجر وہ غم کہ خدا سے بھی اُٹھایا نہ گیا

مجھے معلوم نہیں یہ شعر کس کا ہے ویسے اُردو نعت میں ایسے اشعار بھرے پڑے ہیں مثلاً بیخود دہلوی کے یہ دو شعر دیکھئے:

خدا بھی حسینوں کو رکھتا ہے دوست
محمدؐ سا محبوب اس کا ہے دوست
نبی پر ہوا حسن کا اختتام
کہ معشوق خالق تھے خیر الانام

آنحضور ﷺ کی محبوبیت ایک مسلمہ امر ہے اور جز و ایمان ہے اور اسی لئے نعتوں میں اس کا ذکر مستحسن ہے لیکن اکثر و بیشتر اُردو نعت میں معشوقیت کے روایتی تصور کو پیش کیا گیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی محبوبیت کو دنیاوی جذبات عشق و محبت پر قیاس کر کے انہیں نعتوں میں نظم کرنا کسی طرح درست نہیں۔ اسی طرح اور بھی بہت سے مضامین ہیں مثلاً آنحضور ﷺ کا مختار کل ہونا، قاب قوسین یعنی دو کمانوں کے فاصلہ کا تصور، آنحضور ﷺ کا علم غیب، عرش اعظم کا تصور، میم کا پردہ وغیرہ وغیرہ۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں ڈاکٹر شمس بدایونی نے مفید گفتگو کی ہے۔ بہر حال یہ معاملات نازک ہیں اور ان کے بارے میں نعت گو شعراء کو محتاط رویہ اختیار چاہئے۔

واقعہ یہ ہے کہ نعت گوئی اک بڑا مشکل اور نازک فن ہے اس موضوع کا حق ادا کرنا

آسان نہیں، ذراسی لغزش انہیں کہاں سے کہاں پہنچاسکتی ہے، چنانچہ فارسی کا یہ مشہور شعر اسی احساس کا نتیجہ ہے:

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن ، کمال بے ادبی ست

ایمان وعقیدہ اور عشق ومحبت کی ہم آہنگی اور خلوص ووابستگی کے بغیر کوئی شاعر نعت کا ایک شعر نہیں کہہ سکتا۔عرفیؔ جیسا خود پسند شاعر بھی جب اس میدان میں آتا ہے تو کانپ اُٹھتا ہے، اس کے نزدیک نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے:

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا ست
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

اب سوال یہ ہے کہ اس عمومی احساس کے باوجود کہ نعت گوئی کا فن گویا پلِ صراط کا سفر ہے جس میں قدم قدم پر لغزش پا کا خطرہ ہے، خدا اور رسول کے مابین فرق وامتیاز کی جو فصیل ہے وہ عام طور پر ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے آخر اس افراط وتفریط کا سبب کیا ہے؟ میرے خیال میں اس کا بنیادی سبب رسالت محمدیؐ سے محبت وعقیدت کا وہ روایتی، رسمی اور محدود تصور ہے جو امت مسلمہ میں آج بھی رائج ہے۔جس کے نتیجہ میں عام طور پر نعت کا موضوع شمائل وسراپا نگاری، یاد مدینہ میں شب و روز کی بیقراری، اذن حضوری کا انتظار، دوری ومجبوری میں سرشاری کی کیفیت۔کسی کو کائنات کا ہر ذرہ خوشبوئے مدینہ سے معطر محسوس ہوتا ہے، کسی کا دل خواب میں روضۂ اطہر کی زیارت سے منور ہے، کوئی مدینہ پہنچ کر وطن واپسی کے بجائے اسی شہر میں پیوند خاک ہونا چاہتا ہے، یہ اور اس نوع کے جذبات وکیفیات نے موضوع نعت کو بلاشبہ رنگارنگی اور دلکشی ودل آویزی عطا کی ہے، مگر شعراء کا یہ شعری رویہ انکو قدیم نعتیہ روایات سے جوڑے ہوئے ہے اور اسی انداز فکر سے نعتوں میں مبالغہ، غلو اور اغراق کے عناصر درآئے ہیں۔دراصل فراوانیِ جذبات اور وفور شوق انہیں کہیں سے کہیں لے

جاتا ہے۔

دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سرسید اور ان کے رفقاء حالی وشبلی نے اُردو ادب میں دور جدید کا آغاز کیا، جب اُنہوں نے شعر وادب کو نئے اسالیب، نئی ہیئتوں اور نئے موضوعات سے ہمکنار کیا اور شعر کا رشتہ ''فردیت'' کے بجائے ''اجتماعیت'' اور ''داخلیت'' کے بجائے ''خارجیت'' سے جوڑا تو تمام اصناف سخن کے ساتھ نعت کے موضوع کو بھی وسیع کینوس ملا۔اب حالی اور ان کے رفقاء کی نعت حضور اکرم ﷺ سے صرف عقیدت ومحبت کے اظہار تک محدود نہیں رہی بلکہ اسے وسیلۂ اصلاح سیرت وکردار بھی بنایا گیا۔حالی کی عرض حال:

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

کے بعد تو جدید نعت گویا عصری مسائل اور ملی شعور کا مرقع بن گئی، ملت کے معاملات، دربار رسالت ﷺ میں استمداد واستغاثہ اور فریادوں کا بیان شروع ہوگیا۔اسی کے ساتھ سیرت کے پیغام کو عام کرنے اور مقاصد نبوت کو فروغ دینے کی تحریکی ضرورت کا احساس شدت اختیار کرتا گیا۔ لہٰذا ادب اسلامی سے وابستہ شعراء نے تحریکی ضرورت کو بطور خاص پورا کیا۔گذشتہ نصف صدی میں ایسے ہم فکر شعراء کا ایک کارواں اردو ادب میں جادہ پیما ہوا، نعت گوئی کے میدان میں اس جہت سے گامزن چند شعراء کا بھی ذکر کریں تو ماہر القادری، شفیق جونپوری، حفیظ جالندھری، نعیم صدیقی، عروج قادری، عامر عثمانی، ابوالمجاہد زاہد، حفیظ میرٹھی، کلیم عاجز، حفیظ بنارسی، عزیز بگھروی، مسعود جاوید ہاشمی، قیصر الجعفری، تابش مہدی اور ابوالفاروق شعور اور رؤف خیر کو ہم فراموش نہیں کرسکتے جن کے نعتیہ مجموعۂ کلام شائع ہوچکے ہیں، یہ فہرست اور طویل ہوسکتی ہے جو ہمارا مقصود نہیں۔کہنا صرف یہ ہے کہ اسلامی ادب کا فروغ ان شعراء کا مقصد اور نعت میں عشق رسول کو اتباع رسول سے مشروط کرنے کا جذبہ ان شعراء کا رہنما رہا ہے۔

نعت کے ذریعہ سیرت محمدی کو عام کرنے اور پیغام رسالت کو دنیائے انسانیت تک پہنچانے کا رجحان ماضی میں بھی ملتا ہے جس کی طرف خوبصورت اشارہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے بھی کیا ہے، ایک اقتباس دیکھئے:

''نعت گوشعراء اردو میں کثرت سے ہو چکے ہیں اور بعض کو شہرت عام، سند امتیاز بھی دے چکی ہے، مثلاً محسن کاکوروی اور آسی غازی پوری، لیکن ان حضرات نے عموماً مناقب کے صرف خارجہ پہلوؤں پر قناعت کی ہے اور انکو بھی کثرت تکرار نے کسی قدر بے لطف بنا دیا ہے۔ رخ انور کی تابانی، گیسوئے اقدس کی سیاہی، ابروئے مبارک کی کجی وغیرہ گنتی کے چند بندھے ہوئے مضامین ہیں، انہیں اُلٹ پھیر کر یہ حضرات ہمیشہ باندھتے رہتے ہیں، محمد علی جوہرؔ کی شاعری چونکہ رسمی وتقلیدی نہیں اس لئے انہوں نے اس باب میں بھی اپنے لئے ایک نئی راہ کا انتخاب کیا۔''

بیسویں صدی کے آخری دہائی میں بلکہ اکیسویں صدی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی جہاں علم و فن اور سائنس کی دنیا میں رونما انقلابات کے تناظر میں ہر محاذ پر نئی حکمت عملی وضع کرنے کی ضرورت کا احساس اہل دانش اور صاحبان بصیرت حضرات کو ہوا ہے۔ نعتیہ شاعری کا میدان اس سے اچھوتا نہیں رہ سکتا، یہی وجہ ہے کہ آج نعت گوئی کے نئے اسالیب اور آداب کی ضرورت واہمیت کا احساس تقریباً تمام نعتیہ حلقوں میں ہونے لگا ہے۔ خاص طور سے ارض پاک میں نعت گوئی کے کئی ادارے اور رسالے سرگرم عمل ہیں، کراچی سے ''نعت رنگ'' اور ''دنیائے نعت'' کے نام سے ششماہی کتابی سلسلہ جاری ہے، جس کے بیشتر شمارے مجھے موصول ہوئے ہیں، ان رسالوں میں نعت کے نئے موضوعات اور نئے تقاضوں پر تواتر کے ساتھ لکھا جا رہا ہے۔ پچھلے دنوں جناب عزیز احسن کے مضامین کا سلسلہ ''اُردو نعت اور جدید اسالیب'' کے عنوان سے ''نعت رنگ'' میں شائع ہوتا رہا ہے

بعد میں رسالہ کے مدیر جناب صبیح رحمانی نے انہیں ایک کتاب کی صورت میں شائع کر دیا اور یہ کتاب بطور خاص مجھے عنایت کی۔ اس کتاب میں بھی نعت کا یہ افادی پہلو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عصر حاضر میں نعتیہ فکر ایک متفقہ رجحان بن چکا ہے۔ نعتیہ تحریک کا یہ ایک مثبت پہلو ہے جسے کبھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ محمد حسن عسکری کے ایک بیان پر تبصرہ کے بعد عزیز احسن لکھتے ہیں:

''...... بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بین الاقوامی معاشرے کے سامنے اسلام کی عملی تصویر پیش کرنے کے لئے لازمی ہے کہ دین کو محض صوفی کی نگاہ سے نہیں بلکہ مجاہد کی نگاہ سے دیکھنے اور دکھانے کی کوشش کی جائے، کیوں کہ مجاہد آلات حرب اور سامان حیات سے دست بردار نہیں ہوتا، اس حوالہ سے دیکھا جائے تو حضور اکرم ﷺ کے اسوۂ مبارک کا عملی پہلو ہر وقت سامنے رکھنا ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب آپ ﷺ کے عمل کی بات آئے گی تو انسانیت کو آپ ﷺ کی ذات گرامی سے پہنچنے والے فوائد بھی سامنے آئیں گے۔ عجیب بات یہ ہے کہ عسکری صاحب کو (اس وقت کے مخصوص حالات میں بالوجوہ) نعت کے جس پہلو پر اعتراض تھا، بعد کے نعت گوشعراء میں اسی طرز کو اپنانے کا رجحان بڑھتا چلا گیا اور آج تقریباً ہر نعت گو حضور اکرم ﷺ کی ذات والا صفات کے ان احسانات کا تذکرہ کرتا ہے، جن کے زیر اثر انسانیت کو فلاح دین ودنیا نصیب ہوئی ہے۔''

''دنیائے نعت'' (کراچی) اہل تصوف اور صاحبان ارادت کا نمائندہ رسالہ ہے، اس کے مدیر نوجوان نعت خواں اور نعت گو شاعر جناب عزیز الدین خاکی ہیں، میرے صوفیانہ پس منظر اور خانقاہی نظام سے نسبت کے باعث شاید مجھ سے تعلق خاطر رکھتے ہیں، اسی لئے اپنی تمام کتابیں

اور رسالے مجھ جیسے دور افتادہ کو بھیجتے رہتے ہیں۔ ''دنیائے نعت'' کا تازہ شمارہ بابت مارچ ۲۰۰۴ء اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، اس میں پروفیسر منظر ایوبی کا ایک دقیع اور نہایت مبسوط مقالہ ''نعت نگاری اور عہد حاضر کے تقاضے'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اب میں اپنی اس طویل گفتگو کا اختتام پروفیسر ایوبی کے اس مضمون کے آخری پیراگراف پر کرتا ہوں، جو اُن کے پورے مضمون کا خلاصہ بھی ہے اور میری ان تمام خامہ فرسائیوں کا حاصل بھی:

> '' جہاں تک نعت گوئی سے معاشرے کی اصلاح، تہذیب معاشرت، سماجی برائیوں کے انسداد، عظمت انسانیت کا فروغ اور اشاعت وتبلیغ دین کا کام لینے کا تعلق ہے، اس بارے میں اُردو نعت گو شاعروں کا وہ طبقہ (جو اگر چہ دیگر مکاتب فکر کے حامل نعت گویوں کے مقابلے میں محدود ہے) قابل صد تحسین بھی ہے اور قابل پذیرائی بھی، جن کی مذہبی و دینی موضوعات پر مشتمل فکری کاوشیں بالخصوص نعتیں مذکورہ بالا افادی تقاضوں کی مکمل طور پر آئینہ دار ہیں اور جو سردار انبیا ﷺ کی اسوۂ حسنہ اور سیرت طیبہ کو اپنی شاعری کا بنیادی موضوع بنائے ہوئے ہیں۔ وقت کا تقاضہ ہے کہ ہمارے نعت گو شعراء مغرب کی ثقافتی اور تہذیبی یلغار سے اپنے ماحول اور معاشرے کو محفوظ رکھنے، نئی نسلوں اور الحاد گزیدہ افراد کی کردار سازی کے لئے صرف اور صرف سرکار دو عالم ﷺ کی ذات اقدس اور کردار و عمل کو محور فکر بنائیں کہ ان کی تقلید و اتباع کے بغیر عالم اسلام نہ اپنے موجودہ مسائل حل کر سکتا ہے اور نہ اپنی آخرت سنوار سکتا ہے۔''

☆☆☆

جدید اردو نعت میں روح عصر

جدید اردو ادب کا آغاز سرسید اور ان کے رفقاء حالی وشبلی سے ہوتا ہے، جب انہوں نے شعر وادب کو نئے اسالیب، نئی ہیئتوں اور نئے موضوعات سے ہمکنار کیا۔ شعر کا رشتہ فردیت کے بجائے اجتماعیت اور داخلیت کے بجائے خارجیت سے جوڑا تو تمام اصناف سخن کے ساتھ نعت کے موضوع کو بھی وسیع کینوس ملا۔ اب حالی اور ان کے رفقاء کی نعت حضور اکرم ﷺ سے صرف عقیدت ومحبت کے اظہار تک محدود نہیں رہی بلکہ اسے وسیلۂ اصلاح سیرت وکردار بھی بنایا گیا۔ سیرت کے پیغام کو عام کرنے اور مقاصد نبوت کو فروغ دینے کی تحریکی ضرورت کا احساس بعد میں شدت اختیار کرتا گیا۔ گزشتہ نصف صدی میں ایسے ہم فکر شعراء کا ایک کارواں اردو ادب میں جادہ پیما ہوا' جن کا مقصد اسلامی ادب کا فروغ اور نعت میں عشق رسول کو اتباع رسول سے مشروط کرنے کا جذبہ ان شعراء کا رہنما رہا ہے۔

الطاف حسین حالؔی کی نعت، جس میں انہوں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ملّتِ اسلامیہ کا حال زار بیان کیا ہے۔ اس کی ابتدا نہایت پر درد اور رقت انگیز ہے اور جس کے بعد تو اردو نعت گویا عصری مسایل اور ملّی شعور کا مرقع بن گئی۔ ملّت کے معاملات دربار رسالت میں استمداد و استغاثہ اور فریادوں کا نہایت پر درد بیان شروع ہوگیا۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

دور جدید نے جو روحانی اور تہذیبی کرب جنم دیئے ہیں' ان کی گونج بھی آج کی نعت میں سنائی دے رہی ہے۔ گویا جدید اردو نعت فرد سے لے کر ملت کے اجتماعی مسائل سے پیدا ہونے والے گہرے کرب سے مرتب ہوئی ہے۔ نعت کا یہ رنگ و آہنگ اردو کی نعتیہ شاعری کا امتیاز خاص ہے۔ عصری آگہی' اجتماعی مسائل، سیاسی وتاریخی اور ملی شعور کی جھلکیاں جتنی کثرت اور جذبہ کی شدت کے ساتھ اردو زبان کی نعتیہ شاعری میں ملتی ہیں، وہ شاید ہی دوسری زبانوں میں ملیں۔ اس وقت میرے سامنے دور حاضر کے درجنوں شعراء کی نعتیہ عطائیں ہیں' جس میں نبی کریم کے ساتھ اپنے عشق وشیفتگی کے ذکر کے ساتھ ملت کے اجتماعی احوال بھی بیان کئے گئے ہیں۔ یہ نعت گو شعراء غم جاناں کے ساتھ غم دوراں کی روداد بھی سناتے رہے ہیں۔

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا حالی نے مدوجزر اسلام کے نام سے ایک طویل نظم لکھی جو ''مسدس حالی'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس نظم میں انہوں نے مسلمانوں کے دور عروج کی تاریخ بیان کی ہے اور اس کے بعد عہد زوال وانحطاط کی تصویر بھی کھینچی ہے' جس کا مقصد مسلمانوں کو بیدار کرنا اور انھیں انقلاب کیلئے تیار کرنا ہے۔ حالی کی شاعری گہرے ملی شعور کی آئینہ دار ہے۔ جب مغربی تہذیب کا ستارۂ اقبال مسلمانوں پر چمکا اور ان کے ملک کے ملک اس تہذیب کی یلغار سے پسپا ہونے لگے تو حالی کے ساتھ اکبر الہ آبادی بھی طنز کے تیر ونشتر لے کر مغربیت کے خلاف میدان میں آ گئے۔ پھر اقبال نے بھی مغربی تہذیب کو تنقید کا نشانہ بنایا' مگر اکبر کے مقابلہ میں اقبال کے

یہاں گہرائی زیادہ ہے۔ اس مغربی تہذیب کا خمیر ولادینیت' مادیت' عیش کوشی اور لذت ومنفعت سے بنا ہے۔ اقبال نے مغرب کے نظام فکر وتعلیم کو اپنی فلسفیانہ تنقید کا نشانہ بنایا۔ اقبال نے اپنے نعتیہ اشعار میں خصوصاً ارمغان حجاز میں عصر حاضر کے افکار کا گہرا تجزیہ کیا اور اس کے نقصانات بتائے۔ ملت کی بے بسی کا ذکر اقبال نے یوں کیا ہے۔

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کرائے روح محمد
آیات الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

یہاں پر ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا نعتوں میں ملی مسائل' اجتماعی درد اور استغاثہ وفریاد کی پیش کش درست ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ اردو کے مقابلہ میں عربی وفارسی کی نعتیں زیادہ موحدانہ شان رکھتی ہیں۔ عربی وفارسی شعراء کے نزدیک قومی وملی مصائب کا بیان نعت کے دائرہ کے باہر کی چیز ہے اور آلام روزگار کی فریاد پیش کرنے کی جگہ رب ذوالجلال کی بارگاہ ہے نہ کہ مدینہ کی سرکار۔ چنانچہ اس مسئلہ پر عربی زبان وادب کے معروف اسکالر' ناقد اور محقق پروفیسر محسن عثمانی ندوی نے اپنے ایک مضمون میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، لکھتے ہیں؛

''قومی وملی درد وغم کے اظہار کے لئے نعت کی صنف سخن عربی اور فارسی میں کبھی نہیں رہی لیکن اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ عربی وفارسی نعتوں میں شخصی اور ذاتی غموں کا بیان موجود ہے اور نعت گو شعراء ''پئے درماں طلبی'' مدینہ تک پہنچتے اور رحم کے لئے پکارتے رہے ہیں۔ اب اگر نعت میں شخصی اور ذاتی غموں کے بیان کی گنجائش موجود ہے، تو قومی اور ملی احوال کے ذکر کی گنجائش بدرجہ اولیٰ نکل سکتی ہے۔ اس کے علاوہ جدید عربی شاعری میں شوقی سے لیکر عدنان نحوی

تک بعض شعراء کے نعتیہ کلام میں قومی اور ملی احوال و مصائب کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس لئے موحدانہ اور غیر موحدانہ کی اصطلاح میں توجیہ کی تلاش غلط معلوم ہوتی ہے۔''

یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح ہے کہ نعت گوئی کا فن گویا پل صرط کا سفر ہے۔ جس میں قدم قدم پر لغزش پا کا خطرہ ہے۔ خدا اور رسول کے مابین فرق و امتیاز کی جو فصیل ہے وہ عام طور پر اردو کی قدیم نعتیہ روایات میں ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے۔ عام طور سے نعت کا موضوع شمائل و سراپا نگاری' یاد مدینہ میں بیقراری، اذن حضوری کا انتظار، دوری مہجوری میں سرشاری، ساتھ ہی حیات طیبہ' اخلاق نبوی' شفاعت طلبی' اشک ندامت' حضور کے احسانات کا تذکرہ اور درود و سلام کے موضوعات ہمیشہ موجود رہے ہیں۔ ان موضوعات میں اردو کی جدید نعتیہ شاعری نے عصری آگہی' ملی شعور' سوز و گداز کے ساتھ دور ابتلا و آزمائش کا بیان کا اضافہ کر دیا ہے۔ غم دوراں اور احوال زمانہ کے بیان کی ایک بڑی وجہ برصغیر ہند میں مسلمانوں کو تاریخ کے جس المیہ کا سامنا کرنا پڑا وہ نہایت دلدوز اور جاں گداز ہے۔ اس تاریخ میں تین ادوار ۱۸۵۷' ۱۹۴۷ اور ۱۹۹۲ خاصی اہمیت کے حامل ہیں، جبکہ یہاں کی ملت اسلامیہ کو ابتلا و آزمائش کے عظیم سمندر اور آگ و خون کے دریا سے گزرنا پڑا تھا' ان دل خراش واقعات کا بیان باعث طوالت بھی ہے اور حیرانی و پریشانی کا سبب بھی۔ اگر اس طویل تاریخی پس منظر کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات با آسانی سمجھ میں آجائے گی اور کوئی حیرت کی بات نہیں رہ جائے گی کہ ہندوستانی شعراء نے زیادہ نعتیں کیوں کہی ہیں؟ ان نعتوں میں قومی و ملی حالات کی عکاسی کیوں کی گئی ہے اور ان میں زیادہ سوز و گداز کیوں ہے؟ دراصل یہ کارساز ازل کی حکمت کی کارفرمائی ہے۔ جب سیاسی و سماجی انحطاط عام ہو جاتا ہے تو سرچشمہ اسلام سے دلوں میں زبردست عشق و شیفتگی پیدا ہو جاتی ہے جو ایک حصار کا کام کرتی ہے۔ اردو کی نعتیہ شاعری اس کی بہترین مثال ہے۔

اب ایک نعتیہ نظم کے چند اشعار دیکھئے جن میں شاعر نے دورِ جدید کے فتنہ کے مقابلہ کے لئے ایک نئے مجدّد اسلام کے ظہور کی تمنّا کی ہے۔ نظم میں جوشِ عقیدت اور سوز و ساز موجود ہے۔ ایک طویل نعت سے چند شعروں کا انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔ ؎

حضور ! دشتِ بلا میں ہے شامِ غم کا ظہور
حضور ! آپ کی چشمِ کرم ہے آیہ نور

جلائے شعلہ جاں ڈھونڈتا ہے راہوں کو
گھِرا ہے ظلمتِ ہجراں میں آپ کا مہجور

حضور ! قرب کے لائق کہاں یہ دیوانہ
مگر اجازتِ حسرت کشی عطا ہو ضرور

گھرا ہے یورشِ تشکیک و وہم میں مومن
ہوئی ہے عام جہاں میں رسومِ فِسق و فجور

حضور ! کوئی مجدّد عطا ہو ملّت کو
ہو جس کے فیض سے احیائے دینِ حق کا ظہور

بہت طویل ہیں آلامِ دہر کے سائے
بہت دراز ہے اب دامنِ شبِ دیجور

(عبداللہ خاور)

ایک دوسری نعتیہ نظم میں شاعر مدینہ جانے والے کو حسرت سے دیکھتا ہے اور اس کی خاک قدم کو اپنا سرمہ بنانا چاہتا ہے اور ان سے یہ گزارش کرتا ہے کہ اس دربار میں پہنچ کر امّت کا حال زار ضرور سنانا۔ ؎

اے خوش نصیب لوگو ! یثرب کے جانے والو
عیش ابد کمالو رنج سفر اٹھا کر

آؤ ذرا کہ دے لوں تسکیں اپنے دل کو
خاکِ قدم تمہاری انکھوں سے میں لگا کر

اس بد نصیب کی ہے اک عرض سنتے جاؤ
کہتا ہے چشم ِ تر سے سیروں لہو بہا کر

دیکھو یہ یادرکھنا طیبہ میں جب پہنچنا
مجھکو نہ بھول جانا مقصود اپنا پا کر

ہو روضئہ نبی پر جب حاضری تمہاری
کہنا بہت ادب سے جالی کے پاس جاکر

سرکار نیند کب تک اللہ جلد اٹھیے
امّت کا دم رکا ہے گویا لبوں پہ آکر

محشر بپا ہے اٹھئے اے شمع بزم محشر
امّت کے سر پہ رکھیے دست کرم اب آکر

بگڑی ہے بات ایسی بنتی نہیں بنائے
بیٹھے ہیں اپ ہی سے سب اسرا لگائے

(تمناؔ عمادی پھلواروی)

اب جوش ملیح آبادی کی ایک نعت دیکھئے جس میں الفاظ کی شوکت اور آہنگ کا جوش وخروش بہت نمایاں ہے۔آخر میں شاعر کی نظر امتِ مسلمہ کی حالت زار کی طرف مڑ جاتی ہے۔

تجھ پر نثار جان ودل مڑ کر ذرا تو دیکھ لے
دیکھ رہی ہے کس طرح ہم کو نگاہِ کافری

تیرے گدائے بے نواتیرے حضور آئے ہیں
چہروں پہ رنگِ خستگی سینوں میں دردِ بے پری

آج ہوائے دہر سے ان کے سروں پہ خاک ہے
رکھی تھی جن کے فرق پر تونے کلاہِ سروری

تیرے فقیر اور دیں کوچۂ کفر میں صدا
تیرے غلام اور کریں اہلِ جفا کی چاکری

جتنی بلند یاں تھیں سب ہم سے فلک نے چھین لیں
اب نہ وہ تیغ غزنوی اب نہ وہ تاجِ اکبری

اٹھ کر ترے دیار میں پرچمِ کفر کھل گیا
دیر نہ کر کہ پڑ گئی صحنِ حرم میں ابتری

(جوشؔ ملیح آبادی)

فرقہ وارانہ فسادات ہندوستانی مسلمانوں کا ایک ایسا سنگین مسئلہ رہا ہے جو اردو کی نعتوں میں اکثر موضوع اظہار بنا ہے۔ دیکھئے ایک شاعر حضور ﷺ کی نعت ومنقبت لکھنا چاہتا ہے اسی اثنا میں جبل پور میں فساد کا آتش فشاں بھڑک اٹھتا ہے جو اُس کے خیال کو آتش بداماں کر دیتا ہے۔

اے عازمِ دربارِ شہنشاہِ مدینہ
یاد آئیں اگر تجھ کو شہیدانِ جبل پور
کہنا بصدِ آداب کہ اے مرکزِ امّید

بدلے گئے کیوں بارگہہِ ناز کے دستور

یا وہ ترے الطاف وعنایات کا عالم

دشمن کا بھی دامن ترے احسان سے معمور

یا آج ہے یہ شانِ تغافل کہ غضب ہے

کیا کچھ نہ ہو ازیرِ فلک آہ ! جبل پور

کہنے کے لئے چاہئے پتھر کا کلیجہ

ہم کیا کہیں کیو نکر کہیں ہر گزر نہیں مقدور

تھرّا اٹھے عبرت سے بیابان وجبل بھی

اغیار کے دل جس کے تصوّر سے ہوے چور

حیرت ہے کہ یہ حادثہ امّت پہ جو گزرا

کیوں رہ گیا آقا کی نگاہوں سے یہ مستور

ایسی بھی غلاموں سے خطا کیا ہوئی سرزد

افسوس کہ ایسے ہوئے ہم راندہ ومقہور

گو بادۂ عصیاں کا نشہ ہم پہ ہے طاری

مانا کہ ہوئے ہم بہت آزادہ و مغرور

لیکن ہے خطا کاروں کا اک تو ہی سہارا

تو ہی جو خفا ہوا تو کہاں جائیں یہ مجبور

نسبت ہمیں تجھ سے ہے کچھ اس کی بھی رہے لاج

غیروں سے تو فریاد نہیں ہے ہمیں منظور

یہ خون وطن کو تری امّت نے دیا ہے

حاضر ہیں ترے در پہ شہیدان جبل پور

(حفیظ الرحمان واصفؔ)

اب اسی طرح کی ایک دوسری نعت کے چند اشعار دیکھئے ۔ مرآداباد میں جب عین عیدالفطر کے دن عیدگاہ میں قتل کا بازار گرم ہوا تو کلیم عاجزؔ نے بادصبا کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا ۔

مدینہ پہنچ کر سرعام کہیو
صبا کملی والے سے پیغام کہیو

یہاں میکدہ کہتے ہیں قتل گہ کو
لہو سے بھرے جاتے ہیں جام کہیو

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے
محرم کا اب عید ہے نام کہیو

میرٹھ میں مسلمانوں کا خون بہا کلیم عاجز بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے تو اپنی فریاد اس طرح پیش کی ۔

یہ سر کہ جس کا مول نہ تھا تاج قیصری
ہوتا ہے اب فروخت بہت سستے دام پر

اور سستے دام کی بھی ضرورت نہیں رہی
بے دام ہی تراش لئے جاتے ہیں یہ سر

گردن بریدہ پیرہن و جسم سوختہ
یوں بھی ہم آئے کوچہ وبازار میں نظر

رب کریم آپ کا اور آپؐ بھی کریم
اب درمیان دونوں کریموں کے ہے یہ سر

مسلمانوں کی خانماں بربادی اور حرماں نصیبی کا کچھ نہ کچھ ذکر ان کی ہر نعت میں ضرور ملتا ہے ایک نعت کے چند اشعار دیکھئے ۔

یہ بات صبا کہیو ان سے وہ جن کی کملی کالی ہے

اب ان کے غلاموں کے گھر کی دیوار الٹنے والی ہے

کہیو کہ انھوں نے اپنی نظر کیوں ہم سے الگ فرمالی ہے

هم نے تو انہیں کے زلفوں کی زنجیر گلے میں ڈالی ہے
کہیو کہ دلوں پر چھائی ہوئی ہر سمت شکستہ حالی ہے
دن بھی ہے یہاں سونا سونا اور رات بھی کالی کالی ہے
کہیو کہ یہ صورتحال ہے اب ہم منہ کو چھپائے پھرتے ہیں
گردن پہ تو چہرے ہیں لیکن چہروں پہ کہاں اب لالی ہے
کہیو کہ وہی تو ساقی ہیں کہیو کہ وہ یہ بھی جانے ہیں
رندوں کو لگی ہے پیاس بہت اور سب کا پیالہ خالی ہے

اس دور کے دوسرے شعرامیں ماہرالقادری، نعیم صدیقی، حفیظ میرٹھی وغیرہ کے یہاں بھی نعتوں میں عصری حسیت کی مثالیں وافر تعداد میں پیش کی جاسکتی ہیں۔لیکن میں آخر میں صرف سرزمین دکن کے ایک نمائندہ شاعر شاذ تمکنت کی ایک نعتیہ نظم کے چند بند پیش کرنا چاہتا ہوں جس میں غم جاناں کے ساتھ غم دوراں بھی پوری طرح موجود ہے۔

آپ اکیلے مل جائیں تو دامن تھام کے رولوں گا
جی غم سے ہے بوجھل بوجھل
رات اندھیری گھرے بادل
اپنے گناہوں کی ہے کہانی
بہتے ہوئے اشکوں کی زبانی
سب کے آگے کیسے بولوں تنہائی میں بولوں گا
آپ اکیلے مل جائیں تو دامن تھام کے رولوں گا
بھیڑ بہت ہوگی تو کیا غم
میرا مقدر دیدۂ پرنم

جب مہکے خوشبوئے بہاری
جب اترے جلوے کی سواری
میں تو سراپا نادم نادم پیچھے پیچھے ہولوں گا
آپ اکیلے مل جائیں تو دامن تھام کے رولوں گا
شاذؔ وطن میں بے وطنی ہے
آگے دیکھو چھاؤں گھنی ہے
ہجر کا قصہ پاک کرو بھی
دامن جاں اب چاک کرو بھی
عمر کی رات آنکھوں میں کٹی ہے پل دو پل کو سولوں گا
آپ اکیلے مل جائیں تو دامن تھام کے رولیں گے

دور حاضر کے بیشتر شعراء نے اپنی نعتیہ شاعری میں ملتّ کے غم اوراس کے مستقبل کی فکر کے جذبہ کو پوری شدت سے پیش کیا ہے۔بطور نمونہ چند شعراء کے اشعار بغیر کسی تلاش کے جو میرے سامنے آگئے انھیں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

(۱) حفیظؔ تائب :۔

آمادہ شر پھر ہیں ستم گر میرے آقا
امت کی خبر لے مرے سرور مرے آقا
افغانیوں پر کوہ الم ٹوٹ پڑا ہے
خونریز ہیں کہسار کے منظر میرے آقا
فریاد کناں ہیں درو دیوار فلسطیں
ہیں نوحہ طلب مسجد و منبر میرے آقا

(۲) سبطینؔ شاہجہانی :۔

قصر ملت پہ عجیب ضرب لگی ہے مولا
کوئی پہلو بھی نہیں اس سے سلامت آقا
بھائی سے بھائی جدا خون سے خون الگ
چشم مسلم میں نہیں آج مودت آقا
سیل آفات وبلیّات سروں سے گزرا
اپنی کیا کیانہ ہوئی خواری وذلت آقا
استغاثہ مرا دربار عطا میں ہو قبول
ازرہ بندہ نوازی ہو عنایت آقا
کیجئے سبطین کریمین کے حصّے میں کرم
کب سے منجھدار میں ہے کشتئی امت آقا

(۳) سلیم کوثر:۔

کچھ دھوپ ہے کچھ حبس کا صحرا میرے آقا
ایسے میں ہوا کا کوئی جھونکا میرے آقا

(۴) عزیزاحسن:۔

شہ دوسراؐ ، نگہ کرم مجھے پھر ستانے لگی الم
مجھے پھر ڈرانے لگا ہے اب نئی مشکلات کا سلسلہ

(۵) صبیح رحمانی :۔

میں نواح شب میں بھٹک گیا نئے سورجوں کی تلاش میں

کوئی روشنی کہ بدل سکے میری شب کا حال میرے نبیؐ

(۶)ابوالامتیاز ع ’س‘ مسلم :

لسان و نسل وقومیت کی دیوار یں اٹھا کر
اتارے ہم نے گھر میں امن وعافیت کے زنداں
سلام اے رہنما و ہادیؐ ومصباح ظلمت
اندھیروں میں تری امت ہے پھر غلطاں وپیچاں
زمستاں کی شب تاریک نے گھیراہے آقا
کھلے لطف تبسم سے ترے صبح درخشاں
ضرورت پھر سے تیری دست گیری کی ہے آقا
کہ پھر ہے کشتی عزم و یقیں محصور طوفاں

مختصر یہ کہ ملت کی زبوں حالی کا دلدوز تذکرہ جدید اردو نعت کا ایک ایسا امتیاز خاص ہے‘ جس کا مقابلہ شاید دنیا کی دوسری زبانیں نہیں کرسکتی ہیں۔ملت اسلامیہ جب بھی اور جہاں جہاں بھی جبر‘ظلم وبر بریت اوراستحصال کا شکار ہوئی ہے‘اس کے حساس شعراء نے رسول اکرمؐ کی رحمت کے تصورکوفکری وعملی سطح پر عام کرنے کی بھر پور کدو کاوش کی ہے۔اور یوں اس کے صلے میں وہ سکون قلب کی دولت سے مالا مال ہوئے ہیں۔اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جب جب غلامان رسولؐ عاجزی کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے اپنے آقا کے حضورامت کی بے چارگی اور بے کسی کا تذکرہ کرتے ہیں تو نعت روح عصر کی نمائندہ بھی ہوجاتی ہے۔ساتھ ہی استغاثہ وفریاد‘ دعا‘التجااورعرض داشت بھی قرار پاتی ہےاورایسا کیوں نہ ہو جب ذات رسولؐ سے عشق عصر حاضر کی تمام بیماریوں سے نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔اورجدید نعتیہ شاعری کا یہ نیارخ تابناک مستقبل کا پیش خیمہ ہے۔

اردو نعت میں غیر مسلم شعراء کا حصہ

اردو شاعری کی تاریخ میں اگرچہ مسلم شعراء کا حصّہ تعداد شعراء اور مقدار کلام دونوں اعتبار سے غیر مسلم شعراء کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے، لیکن اردو شاعری کے ہر دور اور ہر موڑ پر غیر مسلم شعراء نے جو کچھ کہا ہے اسے کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اردو شاعری میں نعت گوئی ایک ایسی شیریں اور دلنشیں صنف بن گئی ہے جس کی مثال دوسری مذکورہ زبانوں میں کم ملتی ہے۔ کون ہے جو سیرت مصطفویؐ سے متأثر نہ ہوا ہوگا۔ جس شخصیت کی عظمت کے بارے میں خود قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ وہ اعلی اخلاق کے عظیم مرتبہ پر فائز ہیں اور جو خود اپنے منصب جلیلہ کا تعین کرتی ہوئی کہتی ہے کہ اسے اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے، ایسی عظیم ہستی کے کردار کے اثر ونفوذ کیوں کر محدود ہو سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بے مثال ہستی کی بے مثالیت کا ناگزیر تقاضہ تھا کہ اس کی مقبولیت و تأثر عالمگیر ہوتا اور امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ اس کی گہرائی میں ہی اضافہ نہ ہوتا بلکہ اس کی گیرائی بھی فزوں تر ہوتی اور یہ بات پوری انسانیت کے لئے باعث افتخار ہے کہ عہد نو میں یہ ناگزیر تقاضہ بطریق احسن پورا ہوا ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اردو نعت کے سرمائے میں توسیع کا اعزاز ان شعراء کو بھی

حاصل ہوا جنھیں معروف ایمانی مفہوم کے مطابق وابستگان رسول ﷺ میں شمار نہیں کیا گیا، مگر سچ تو یہ ہے کہ ان غیر مسلم شعراء نے نبی رحمت ﷺ سے اپنی والہانہ وابستگی اور پر خلوص عقیدت کو ایسے اشعار میں پرویا ہے کہ ان کی نعتوں پر امت محمدیؐ سے وابستہ افراد بھی انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ ایسے اعلی درجہ کے غیر مسلم نعت گو شعراء پر مشتمل کئی مضامین وتحقیقات اور کتب ومقالات اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ لیکن سردست میں کراچی سے شائع ہونے والی نور احمد میرٹھی مرحوم کی 650 صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ''بحر زماں و بحر زباں'' کا خاص طور سے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جس میں 350 سے زائد ہندو، سکھ، جین اور عیسائی مذہب کو ماننے والے اردو شعراء کا منتخب نعتیہ کلام ان کے مفصل تعارف کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اگر ان شعراء کے صرف نام یہاں لکھے جائیں تو یقیناً کئی صفحات کا ایک طویل مضمون تیار ہو جائے گا۔

اردو کے مشہور محقق اور مصنف ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنی تحقیقی کتاب ''اردو میں نعت گوئی''، میں غیر مسلموں کی نعت سے دلچسپی کی وجوہات یوں بیان کی ہیں:

''ہندو شاعروں کی نعت گوئی کا حقیقی دور 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد ہوا۔
عصر جدید میں ہمیں متعدد ایسے غیر مسلم شاعر ملتے ہیں جنھوں نے
مقدار اور معیار ہر اعتبار سے اس روایت کو آگے بڑھایا ہے۔ اس کے بعد سے سیاسی وسماجی عامل بھی ہیں ایک بڑی وجہ رواداری کی فضا ہے جو جنگ آزادی کے بعد ہندو مسلم قوموں میں پہلے کی بہ نسبت کچھ زیادہ نمایاں ہوگئی تھی۔''

چنانچہ نعتیہ شاعری کی پوری تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ غیر مسلم شعراء کے قلم سے ایسی عمدہ نعتیں نکلی ہیں جن کو پڑھ کر یہ یقین نہیں ہوتا کہ یہ غیر مسلم شعراء کی لکھی ہوئی ہیں۔ مگر یقین ہو یا نہ ہو، حقیقت جھٹلائی نہیں جاسکتی اور حقیقت اپنے آپ کو منوا کر رہتی ہے، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ بھی ہے کہ ہمارے غیر مسلم شعراء اچھی نعتیں لکھنے میں پیچھے کیسے رہ جاتے، کیونکہ ہمارے نبی اکرم ﷺ سارے عالم کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں، نہ کہ صرف مسلمانوں کے لئے۔ صرف مسلمانوں کا آپ پر اجارہ تو نہیں ہے، غیر مسلموں کا بھی آپ پر پورا حق ہے۔ کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ، اس بات کو کتنی خوبصورتی سے کہہ جاتے ہیں۔

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں

اسی بات کو ایک دوسری جگہ کسی نے یوں کہا ہے۔

شفیع امم رحمت عالمیںؐ ہیں
فقط وہ متاع مسلماں نہیں ہیں

اور دیکھئے حضرت کرشن کمار طورؔ اس بات کو کتنے نرالے اور انوکھے انداز سے بیان کرتے ہیں جس میں ایک ندرت بھی ہے اور جدت بھی کہتے ہیں۔

کچھ مسلمانوں پر نہیں موقوف
میم حا میم دال سب کے لئے

تو آیئے اب ایسے ہی چند غیر مسلم شعراء حضرات کی حضور اکرم ﷺ سے والہانہ محبت و عقیدت کا ذکر خیر کر کے عقیدتوں کے رنگ کو اور نکھارا جائے اور بارش انوار سے فیض یاب

ہوا جائے۔

یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ اردو شاعری آغاز ارض دکن سے ہوا ہے اور شاید اسی لئے اردو میں نعت گوئی کا آغاز بھی دکن سے ہوا۔ اردو میں خواتین کی نعتیہ شاعری کے آغاز کا سراغ بھی دکن میں ملتا ہے اور غیر مسلم شعراء کی نعت گوئی کے اولین نمونے بھی دکن میں ملتے ہیں جیسا کہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنے تحقیقی مقالے میں غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام کے محاسن اور رسول اکرم ﷺ سے ان کی شیفتگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے...

''غیر مسلم شعراء کی نعت گوئی کا آغاز جنوبی ہند سے ہو چکا تھا، اور مسلمان شاعروں کی طرح غیر مسلم شعراء نے بھی عقیدت و محبت کے اظہار کے لئے حضور اکرم ﷺ کی سیرت و نعت کو بھی اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا ہے۔ لچھمن نرائن شفیقؔ کا معراج نامہ اور راجہ مکھن لال مکھنؔ کا نعتیہ کلام اس اظہار عقیدت کے بہترین نمونے ہیں۔''

لچھمن نارائن شفیقؔ اورنگ آباد دکن کے رہنے والے تھے، انکی زبان انکے ہم عصروں کے مقابلے میں بہت صاف ہے، بطور نمونہ صرف دو نعتیہ شعر دیکھئے۔

درحجرہ پہ دو آ جوڑ کر ہات
کہا سرور ترے پر حق کی صلوت
چل اٹھ اے شہ کہ ہے معراج ترا
غنی بھی آج ہے محتاج ترا

دکن کے شعراء اردو میں مکھن لال مکھنؔ کا نام محتاج تعارف نہیں موصوف کی شعری صلاحیتوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے 1260ھ میں عمر خیام کی رباعیات کا منظوم ترجمہ رباعیات ہی میں کیا تھا۔ آپ کے شعری سرمائے میں نعتیہ کلام کا بھی بڑا حصّہ ہے۔

ڈاکٹر رفیع لدین اشفاق اس بارے میں لکھتے ہیں:

''جہاں مکھن لال نے حضورﷺ کی محبت میں اپنے داخلی جذبات کا اظہار کیا ہے۔ وہاں آپ کے محاسن کا بیان بھی کلام میں پایا جاتا ہے۔ نعتیہ مسدس سے ایک بند دیکھئے ؎

رحمۃ للعالمین ہو یا نبی خیر الوریٰ
شاہد صادق تمہارے وصف کا قول خدا
ہو شفیع احد بنیں اور ہادی را ہ خد
کر کرم راہ سعادت پر مجھے ہو رہنما
یا رسولؐ اللہ تم پر جان و دل قربان ہے
یاد تیری دل میں میرے ہر گھڑی ہر آن ہے

مہاراجہ شری کرشن پرشاد شاؔد حیدرآبادی کی نعتیں عمیق دل سے کہی نعتوں کی نمائندہ ہیں۔ جن میں ایک سرشاری کا ایک بے خودی کا جذبہ، ایک کیفیت اور مستی کا عالم ہے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔ ؎

بلوائیں مجھے شاؔد جو سلطان مدینہ
جاتے ہی میں ہوجاؤں گا قربان مدینہ
کیوں میری شفاعت میں بھلا دیر لگے گی
کیا مجھ کو نہیں جانتے سلطان مدینہ
کافر ہوں کہ مومن ہوں خدا جانے میں کیا ہوں
پر بندا ہوں ان کا جو ہیں سلطان مدینہ

****

مدینہ کو چلو دربار دیکھو
رسولؐ اللہ کی سرکار دیکھو
نظر آتی ہے واں شان خدائی
در و دیوار کے انوار دیکھو

****

وہ گھر ہے خدا کا تو یہ محبوب خدا ہیں
کعبہ سے بھی اعلیٰ نہ ہو کیوں شان مدینہ
لے جاؤں گا میں ساتھ فقط عشق محمد
تحفہ ہے میرے پاس یہ شایان محمد

چودھری دلّو رام کوثرؔی اردو کے ایک ایسے نعت گو شاعر ہیں جنہوں نے پوری زندگی صرف نعتیں لکھی ہیں اور ڈوب کر نعتیں لکھی ہیں اور ان کا ایک اعزاز یہ بھی ہے کہ مدح پیغمبر ﷺ کرتے کرتے اور اس دوران آنحضرتؐ کی سیرت کی معنوی تہوں سے آشنائی حاصل کرتے ہوئے بالآخر دائرہ اسلام میں علانیہ داخل ہوگئے تھے۔ (بحوالۂ غیر مسلم شعراء از: ابوسلیم عبدالحئی، ماہنامہ الحسنات رامپور یوپی خاص نمبر، 1977ء) اس کی تائید ان کے اس شعر سے بھی ہوتی ہے۔

اللہ و غنی کوثرؔی ایسا چالاک
گنگا سے جو پھسلا لب کوثر پہنچا

کوثرؔی نعت گوئی کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں اور خود کو فخریہ اردو کا احسان مند کہا

کرتے تھے۔

لکھیں عمر بھر کوثریؔ ہم نے نعتیں
نہ کچھ اور غم زندگانی میں رکھا

ہے حسان پہلا تو میں دوسرا ہوں
نہیں فرق ثانی و اول میں رکھا

نبی کے ہوئے نعت گو دو برابر
کہ دونوں کو یک مدح خوانی میں رکھا

خدا نے اسے سونپی محفل عرب کی
مجھے بزم ہندوستانی میں رکھا

کوثریؔ نے نعت گوئی کو اپنا محبوب مشغلہ بنالیا تھااور ہمیشہ اس میں کھوئے رہتے تھے۔

بتاؤں کوثری کیا شغل اپنا
میں ہوں ہردم ثناء خوان محمد

پیارے لال رونقؔ کی نعت بھی کوثری ہی کی نعت کی طرح اثر انگیز ہے، چند اشعار دیکھئے۔

تو ہے محبوب خدا چاہنے والا تیرا
مرتبہ سارے رسولوں میں ہے یکتا تیرا

حکمہٗ صلِّ علی ورد زباں رکھتا ہوں
خواب میں دیکھ لیا قد بالا تیرا

آہ کر ہجر محمد میں سنبھل کر اے دل
عرش کے پار نکل جائے گا نالہ تیرا

اوراب مشہور شاعر پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفیؔ کی ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ہو شوق نہ کیوں نعت رسول دوسرا کا — مضمون ہو عیاں دل میں لولاک لما کا
پہنچایا ہے کس اوج سعادت پہ جہاں کو — پھر رتبہ ہو کم عرش سے کیوں غار حراء کا
ہے حامی و ممدوح مرا شافع محشر — کیفی مجھے اب خوف ہے کیا روز جزا کا

پنڈت ہری چند اختر کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں ان کے نعتیہ کلام کی سب سے بڑی خوبی زبان کی سادگی اور جذبات کی پاکیزگی ہے ان کی نعت کے چند اشعار دیکھئے۔

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کردیا — کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحراء کردیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا درّ یتیم — اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کردیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کردیا — اک عرب نے آدمی کا بول بالا کردیا

پنڈت بال مکند عرش ملسیانیؔ دور جدید کے معروف ادیب شاعر ہیں جن کی نعتیہ شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالماجد دریابادیؔ لکھتے ہیں قومی واجتماعی حیثیت سے (عرش ملسیانی) اس وقت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں ایک پل اور ایک ربط کا کام انجام دے رہے ہیں ملک کی دو بڑی قوتوں دو بڑی تہذیبوں کے درمیان دو بڑے مذہبوں کے درمیان وہی خدمت جو ماضی قریب میں اس ملک کی دو محترم ہستیاں انجام دے چکی ہیں، ایک مسز سروجنی نائیڈوؔ و دوسرے کرشن پرشاد شادؔ اب ان کے نعتیہ اشعار دیکھئے۔

حامل جلوہ ازل پیکر نور ذات تو

شان پیمبری سے ہے سرور کائنات تو

تیرے عمل کے درس سے گرم ہے خون ہر بشر

حسن نمود زندگی رنگ رخ حیات تو

شان بشر کا منتہا خالق دہر کا حبیب

مرد خدا پرست کا آئینہ حیات تو

جگن ناتھ آزاد نے بڑے اہتمام سے نعتیں لکھیں ہیں ان کا بیش تر نعتیہ کلام نظموں کے پیرائے میں ملتا ہے۔ چند نعتیہ اشعار دیکھئے، جس سے آزاد کی دلی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

حقیقت کی خبر دینے نذیر آیا بشیر آیا

شہنشاہی نے جس کے پاؤں چومے وہ فقیر آیا

بھٹکتی خلق کو رستہ دکھانے رہنما آیا

سفینے کو تباہی سے بچانے ناخدا آیا

اردو میں صلوٰۃ وسلام کی اپنی ایک روایت رہی ہے، مولانا احمد رضا خان فاضل بریلویؔ، مولانا ماہر القادری اور حفیظؔ جالندھری کے کلام عوام الناس میں بہت ہی معروف ومقبول رہے ہیں مگر جگن ناتھ آزاد کے سلام کی اپنی ایک شان ہے اور یقیناً جس کی مقبولیت ومحبوبیت کسی سے کم نہیں۔ چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

سلام اس ذات اقدس پر، سلام اس فخر دوراں پر

جس کے احسانات ہیں دنیاء امکاں پر

سلام اس پر جو آیا رحمۃ للعالمیں بن کر

پیام دوست لے کر صادق الوعد وامیں بن کر

سلام اس پر بنایا جس نے دیوانوں کو فرزانہ

مئے حکمت کا چھلکایا جہاں میں جس نے پیمانہ

سلام اس ذات اقدس پر حیات جاودانی کا

سلام آزادؔ کا آزادؔ کی رنگیں بیانی کا

اور اب عصر حاضر کے معروف شاعر کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ کی ایک نعتیہ غزل کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

دل دیوانہ یہ وقت دعاء معلوم ہوتا ہے

حریم ناز کا پردہ اٹھا معلوم ہوتا ہے

مدینہ تک پہنچ جائے پہنچ جائے تو مر جائے

یہی بیمار غم کا مدعا معلوم ہوتا ہے

کوئی منزل ہو کوئی آشنا ہو کوئی محفل ہو

وہ نور سرمدی ہی جابجا معلوم ہوتا ہے

اب جدید اردو غزل کی ایک معتبر آواز اور معروف ومقبول اور بزرگ شاعر حضرت کرشن کمار طورؔ کی نعتوں کا ذکر خیر ضروری ہے جنہوں نے اپنی حمد ونعت اور سلام کا ایک منتخب مجموعہ چشمۂ چشم کے عنوان سے اردو دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے، جس میں محبت وعقیدت کے وفور اور جذبات وحساسات کا ایک بہتا ہوا سیلاب ہی نہیں، بارگاہ رسالت مآبؐ میں شاعر کی آنکھوں سے آنسوؤں کا

چشمہ رواں ہے۔اثر انگیزی وجدت طرازی طورؔ کی نعتوں کا طرۂ امتیاز ہے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں ۔

جو درود و سلام آپ کا ہو   میرے دل میں قیام آپ کا ہو
آپ ٹھہرے جو رحمت عالم   کیوں نہ پھر احترام آپ کا ہو

****

بیان نقطۂ قرآں محمد   چراغ خانۂ ایماں محمد
مرتب ان سے ہوتی ہے محبت   مثال رحمت یزداں محمد
بنا دیں ہم کو پورا آدمی طورؔ   محمد صاحب عرفاں محمد

****

جو کہ غار حراء میں چمکی تھی   ہاں اسی برق کے نشاں ہیں آپ
شہ ابرار سے کہاں اخراج   کر رہے سدا سے دل پر راجؔ

اس وقت ایک دوسرے بزرگ شاعر جناب چندر بھان خیالؔ کی شہرہ آفاق تصنیف اور منظوم سیرت نگاری کا بہترین نمونہ ''لولاک لما'' کا تذکرہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں ۔اردو میں منظوم سیرت نگاری کے تجربے ادھر کافی ہوئے ہیں مگر ''لولاک لما'' اپنی نوعیت کا ایک منفرد کارنامہ ہے جس پر ایک علاحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔سر دست چند اشعار ملاحظہ فرمایئے ۔

یہ شان مدینے کی یہ انوار محمد   فردوس کا آئینہ ہے گلزار محمد
مقبول وہ بندہ ہے جو بندہ ہے خدا کا   اللہ کا دربار ہے دربار محمد
قربان راہ حق میں ہوئے آل پیمبر   ثابت ہے کہ بے مثل ایثار محمد
محروم نہ ہوگا کبھی وہ لطف خدا سے   ہوں دیدہ و دل جس کے پرستار محمد

ڈاکٹر کے. مدنا منظرؔ شہر گلستاں بنگلور کے معروف شاعر ہیں جن کے چار شعری مجموعہ منظر عرفان، حسن عرفان، منظر بہ منظر اور مجموعہ حمد و نعت تجلّیات شائع ہو چکے ہیں ۔بطور نمونہ چند نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائے ۔

اخلاق کا عالم کیا ہوگا اطوار کا عالم کیا ہوگا
حق جس پہ فدا ہے وہ حسن سرکار کا عالم کیا ہوگا
جب شان تکلم ہوتی ہے قربان خموشی پر جس کے
پھر ایسے رسولؐ امّی کی گفتار کا عالم کیا ہوگا
جب مہر فلک کی تابش میں ہے تاب جہاں نابی منظر
پھر مہر رسالت کے تاباں انوار کا عالم کیا ہوگا

ہبلی کے ونکیا کامؔل کلادگی اردو نعت گوئی میں اپنی ایک الگ شناخت رکھتے ہیں ان کا کلام ظاہر کرتا ہے کہ ان کی نعت گوئی محض ذہنی کاوش کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ان کی دل کی آواز اور ان کے طبع شاعرانہ کی فکری جولان گاہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کامؔل کلادگی کی نعتوں میں ہر جگہ ایک ایسی سادگی ہے جو ایک طرح کی پرکاری لئے رہتی ہے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے ۔

میں تھا اللہ سے انجان رسولؐ عربی   تو بنا ذریعہ پہچان رسولؐ عربی
تیری باتوں کا اثر آج بھی باقی ہے مگر   جن سے غافل ہے مسلمان رسولؐ عربی
ہم کو مل جائے گا ہر درد کا درماں جس مین   تو نے بخشا ہے وہ قرآن رسولؐ عربی

****

لیا نام میں نے احتراماً جب محمد کا   لرز جاتے ہیں لئے نام دونوں محمد کا

فقیری میں لٹا دیتا ہوں جو کچھ پاس ہے مرے — میری دنیا میں جو بھی ہے اثاثہ سب محمد کا

میری کیا حیثیت کہ کرسکوں توصیف احمد کی — ثناء خواں دونوں عالم ہے، کاملؔ اب محمد کا

شری رام چندر راؤ جو شاعری میں راج پریمیؔ کے قلمی نام سے معروف ہیں۔گلبرگہ ضلع کے رہنے والے، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے قدیم گریجویٹ ہیں اور گذشتہ نصف صدی سے پرورش لوح وقلم میں مصروف ہیں۔آپ کا ایک شعری مجموعہ'' نوئے سحر'' شائع ہو چکا ہے جس کے آغاز میں حمد ونعت اور منقبت کی بڑی تعداد موجود ہے۔آپ کا نعتیہ کلام عقیدت ومحبت اور وفور جذبات کا آئینہ ہے۔فرماتے ہیں ۔

ادھر بھی چشم رحمت کی نظر ہو یا رسولؐ اللہ
غریبوں کے اندھیروں کی سحر ہو یا رسولؐ اللہ

ہمیں تو دونوں عالم مین نبیؐ کا آسرا بس ہے
بھلا کیوں چاہنے والوں کو ڈر ہو یا رسولؐ اللہ

نبیؐ کے دم سے ہوگی راج کی بخشش قیامت میں
تمہیں محبوب رب ہو، معتبر ہو یا رسولؐ اللہ

****

روشن ہے ہر اک دور میں، عرفان مدینہ — قرآن کی صورت میں ہے فیضان مدینہ

یہ اشک ندامت کے، تو انمول رتن ہیں — لایا ہوں یہی ساتھ میں سامان مدینہ

دوزخ کی بھلا آگ اسے کیسے جلائے — ہو جائے اگر راجؔ کو، عرفان مدینہ

یہاں پر مجھے مہاراجہ سرکشن پرشاد شادؔ حیدرآبادی کا ایک شعر یاد آرہا ہے

کیوں میری شفاعت میں بھلا دیر لگے گی
کیا مجھ کو نہیں جانتے سلطان مدینہ

سرکشن پرشاد شادؔ ہوں یا راج پریمی اور کاملؔ کلادگی۔جناب رسولؐ اللہ کی شفاعت ہر ان غیر مسلم شعراء کو بھی بھروسہ ہے۔آخر ان کی اس عقیدت کو کیا نام دیا جائے۔

ان دنوں گیان چند پرملّیہ جدید لب ولہجہ کے خوش فکر شاعر ہیں جو شہر گلستاں بنگلور کی ادبی فضا کو چار چاند لگا رہے ہیں آپ نے دیگر اصناف شاعری کے ساتھ ساتھ نعتیہ اشعار بھی بہت ڈوب کر کہے ہیں جس میں برجستگی، روانی اور محبت وعقیدت کی فراوانی ہے۔چند اشعار دیکھئے ۔

آپ کی یاد ہم کو ستاتی رہی اور خوشبو مدینہ کی آتی رہی
آہٹیں مون تھیں، لفظ خاموش تھے یہ ہوا پھر بھی کلمہ سناتی رہی

لوگ بے چین تھے لوگ حیران تھے، ہر طرف نفرتوں کے ہی سامان تھے
کی عطاء آپ نے علم کی روشنی جو دل وجان میں جھلملاتی رہی

****

کرنے دو مجھے صاحب ایماں کو سلام — حضرت رسولؐ پاک مہرباں کو سلام

بن جاتا وہ آئینہ حسن رسولؐ کا — کرتا جو بھی خوشبوئے قرآں کو سلام

پتھر کو پگھلنے کا سلیقہ سکھادیا   گرمگیہؔ رحمتوں کے آسماں کوسلام

مختصر یہ کہ رسولؐ اکرم ﷺ کی سیرت وشخصیت کے سلسلے میں غیر مسلم شعراء کا تذکرہ بطور مشت نمونہ از خروارے پیش کیا گیا ورنہ متذکرہ بالا شعراء کے علاوہ جو چند نام سرسری طور پر اس فہرست میں مزید آتے ہیں ان میں لالہ لچھمن نرائن شفیقؔ ، راجیشور راؤ اصغرؔ، مہاراجہ چندولال شاداںؔ، جگدیش مہتا دردؔ، رگھو پتی سہائے فراقؔ گورکھپوری، تلوک چند محرومؔ، رتن ناتھ سرشارؔ، دیا شنکر نسیمؔ، برج نارائن چکبستؔ، آنند نارائن ملاؔ، گوپال متلؔ، نریش کما شادؔ، گروسرن لال دیپؔ، سالک رام سالکؔ، اور کالی داس گپتا رضاؔ وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں واقعہ یہ ہے کہ ان کے علاوہ بھی بہت سے شعراء کا نام لیا جاسکتا ہے جنہوں نے بڑی عقیدت ومحبت کے ساتھ نعت گوئی کی صنف میں اضافہ کیا ہے۔

اُردو نعت میں خواتین کا حصہ

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ وجودِ زن سے ہی تصویرِ کائنات اور ہر شعبہ حیات میں رنگ،نور اور نکہت ہے، اور جن سے خود معاشرے کا وجود قائم ہے، پھر بھلا ہماری زندگی کا ایک گوشہ شعر وسخن ان سے کیسے اچھوتا رہ سکتا ہے۔ زبان وادب سے تعلق صرف مردوں کی اجارہ داری نہیں۔ایام جاہلیت سے طلوع اسلام تک تاریخ کے ہر دور میں شعر وسخن سے خواتین کو بھی دلچسپی رہی ہے اور انھوں نے ہمارے ادبی سرمائے میں قابل ذکر اضافہ کیا ہے۔ جہاں ایک طرف صنف نازک شعراء کے اعصاب پر سوار اور اُن کے کلام کا موضوع بنی رہی ہیں' وہیں خود انھوں نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے زبان وادب کو بے انتہا فائدہ پہنچایا ہے۔قدیم زمانے میں خواتین کا شعر گوئی کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا' مگر ذوق لطیف رکھنے والے پڑھے لکھے گھرانوں کی خواتین نے اپنے جذبات واحساسات کو شعری زبان میں بیان کیا ہے۔گرچہ خواتین کے اس ذوق کی پذیرائی ذرا کم ہوئی' لہٰذا ایسی خواتین کی تعداد ہر دور میں نہایت قلیل رہی ہے۔لیکن دوسری طرف دور حاضر میں جہاں صنف نازک کو ہر طرح کی آزادی بخشی گئی ہے وہیں انھیں اپنے افکار وخیالات اور جذبات واحساسات کے حسین رخ سے گھونگھٹ اٹھانے کی آزادی بھی مل گئی ہے اور اسی لئے شعر وادب کے ہر محاذ پر آج اُن کی بھر پور اور بہتر نمائندگی سامنے آرہی ہے۔

اب آیئے اردو نعت گوئی میں خواتین کی حصہ داری کی طرف۔ہم جانتے ہیں کہ اردو میں یہ فن عربی وفارسی کے زیر اثر آگے بڑھا ہے۔اور دونوں زبانوں کی تاریخ میں شاعرات کے بھی نعتیہ

اشعار ملتے ہیں۔خود دوراول کی عربی شاعری کی تاریخ میں صحابیات کے متعدد نام اوران کے نعتیہ اشعار ملتے ہیں' جس میں رسول اکرمؐ کی محبت وعقیدت کا جذبہ فراواں نظر آتا ہے۔ان ناموں میں نبی کریمؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب ،حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ حضرت میمونہؓ حضرت اُم حبیبہؓ، حضرت فاطمہ الزہراؓ، حضرت ام ایمنؓ، حضرت زینب بنت مطعون ؓ، حضرت خنساؓ حضرت خولہؓ حضرت عمارہ بنت حمزہؓ حضرے فاطمہؓ بنت الخطاب' حضرت ام معبدؓ اور حضرت حسنہ بنت جحشؓ کے نام قابل ذکر ہیں ۔جنہوں نے احمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور گلہائے عقیدت کے نذرانے پیش کئے ہیں۔تاریخی حیثیت سے اردو میں نعت گوئی کی روایت نئی نہیں' بہت پرانی ہے، اتنی ہی پرانی جتنی کہ خوداردوشاعری۔قدیم دکنی شعراء سے لے کر آج تک شاید ہی کوئی بدنصیب مسلمان شاعر ہوجس نے نعتیہ اشعار نہ کہے ہوں۔یہ الگ بات ہے کہ کسی نے خاص شغف اور لگاؤ کیساتھ کہے ہیں۔کسی نے محض تکلفات سے کام لیا ہے' کسی نے تواتر واہتمام سے اس کام کوانجام دیا ہے اور کسی نے گاہے گاہے طبع آزمائی کی ہے، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اردو کی چارسوسالہ تاریخ میں نعتوں کا کتنا بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا ہوگا اس کا اندازہ ہراس شخص کو ہوگا جس نے اردوشاعری کا تسلسل سے مطالعہ کیا ہے۔اس طرح نعت کا موضوع جہاں عظیم ہے وہیں بے حد وسیع بھی ہے، اس کی وسعت اور عظمت کا احساس اردو کی نعتیہ شاعری کے ہر دور میں موجود خواتین کی بھر پور نمائندگی اور موجودگی کو دیکھتے ہوئے بھی کیا جاسکتا ہے۔

اردو نعت گوئی میں خواتین کی خدمات کے تعلق سے ادھر کئی قیمتی تحقیقات برصغیر ہند و پاک میں سامنے آچکی ہیں۔شاعرات کا پہلا تذکرہ حکیم فصیح الدین رنج میرٹھی کا ''بہارستان ناز'' ہے جو ۱۸۶۵ء میں شائع ہوا۔ اسی طرح نعت گوشاعرات کا پہلا تذکرہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری کا مرتبہ ہے جو ۱۹۹۴ء میں کراچی سے شائع ہوا۔اسی طرح راجارشید مسعود نے

کراچی سے ۱۹۹۵ء میں شاعرات کا تذکرہ خواتین کی نعتیہ شاعری کے نام سے شائع کیا جو ۴۴۸ صفحات پر مشتمل ہے اور جس میں ۲۲۹ شاعرات کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر لاہور کے غوث میاں نے ۴۴۵ صفحات پر مشتمل ۲۲۵ شاعرات کی نعتوں کا ایک انتخاب ابھی حال ہی میں شائع کیا ہے۔ان تمام نعتیہ انتخابات اور نعتیہ مجموعہ ہائے کلام کے مطالعہ سے شاعرات کی اعلیٰ شعری صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ان تمام شاعرات کے کلام میں حسن عقیدت اور اظہار محبت کے عمدہ نمونے ملتے ہیں ۔خواتین جو بنیادی طور سے مذہبی مزاج رکھتی ہیں' نرمیت اور نسوانیت جن کی فطرت کا خاصہ ہے۔یہی وجہ ہے کے تقدیسی شاعری یعنی حمد ونعت ومنقبت کا فن' ان کے مزاج ومنصب اور فطرت سے بڑی مناسبت اور ہم آہنگی رکھتا ہے اور اسی لئے خواتین کی نعت نگاری میں سوز واثر کے ساتھ جذبات کی فراوانی اور اسلامی تعلیمات کا گہرا شعور پایا جاتا ہے۔ چونکہ وہ اپنی گودوں میں پرورش پانے والوں کی تعلیم وتربیت سے بھی بخوبی واقف ہیں' اسی لئے اسلامی ماحول کو قائم کرنے کی کوششیں بھی اُن کے اشعار میں ملتی ہیں۔

یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ اردو شمالی ہند سے بہت قبل دکن میں ترقی کی منزلیں طئے کر چکی تھی ، ولی اورنگ آبادی جب دوسری بار ۱۷۲۲ء میں دہلی آئے تو اپنے ساتھ اردو دیوان بھی لائے ، دہلی میں جس کی بڑی پذیرائی ہوئی اوراس کے بعد ہی وہاں اردوشاعری کا چرچا شروع ہوا۔ چنانچہ خواتین کی شاعری کا آغاز بھی فطری طور سے پہلے دکن میں ہی ہوتا ہے۔ڈاکٹر مجید بیدار اپنے مقالہ ''دکن کی صاحب دیوان نعت گوشاعرات'' مطبوعہ نعت رنگ کراچی بابت مئی ۱۹۹۷ء میں رقم طراز ہیں:

> ''اردو زبان کی تاریخ میں دکن کو ہی یہ افضلیت حاصل ہے کہ سب سے اولین تصانیف اسی زبان میں لکھی گئیں اوراس زبان کے دہلی پہنچنے

سے قبل ہی خواتین نے شاعری کے جوہر دکھائے اور اپنی حیات میں دیوان مرتب کر دیئے۔ دکن کی خواتین نے دیگر اصناف شاعری میں صرف اپنے فنی کمالات کا اظہار نہیں کیا بلکہ نعت کی صنف کو بھی پورے لوازمات کے ساتھ استعمال کیا۔ موجودہ تحقیق اور دستیاب شدہ متن کے لحاظ سے لطف النساء امتیاز، مہ لقابائی چندا، اور شرف النساء شرف، یہ ایسی شاعرات ہیں جنھوں نے اپنی نعت گوئی کے ذریعہ دکن کی شاعری میں خواتین کے حصّے کی نشاندہی کر دی۔ قدیم تحقیق کی رو سے مہ لقابائی چندا کو اردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ تصور کیا جاتا تھا، لیکن موجودہ تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ اسد علی خاں، صاحب تذکرہ ''گل عجائب'' کی شریک حیات لطف النساء امتیاز اردو کی پہلی شاعرہ ہیں۔''

مہ لقابائی چندا کے نعتیہ اشعار تلاش بسیار کے باوجود مجھے دستیاب نہیں ہو سکے۔ ڈاکٹر مجید بیدار نے بھی اپنے مضمون میں صرف ان کا نام درج کیا ہے، تفصیلات نہیں بتائی ہیں البتہ ڈاکٹر اشرف رفیع نے اپنے تحقیقی مقالے میں اولیت کا ذکر کرتے ہوئے اتنا ضرور لکھا ہے کہ ''مہ لقابائی چندا کا دیوان ۱۲۱۳ھ میں پہلی مرتبہ مرتب ہوا جو انڈیا آفس لندن کے کتب خانے میں محفوظ ہے اس کا دوسرا نسخہ ۱۲۲۰ھ میں ترتیب دیا گیا اور یہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔ امتیاز نے صرف ایک سال کی اولیت سے مہ لقابائی کو مات دی۔'' (مجلّہ عثمانیہ ستمبر ۱۹۶۳ء)

لطف النساء امتیاز کا دیوان ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے جس میں اردو کے ساتھ فارسی زبان میں بھی نعتیں موجود ہیں۔ مسدس کی ہیئت میں نعت کا ایک بند ملاحظہ فرمائیے، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت کا جذبہ کھل کر ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

میں دل سے مصطفٰی کا جاں فدائی ہوں　　محبّ سید یزداں باصفا ہوں

جہاں میں بندۂ خیرالنساء ہوں　　وہی ہر دم کہوں گا اور کیا ہوں

محبّ اہل بیت مصطفٰی ہوں

غلام خاندان مصطفٰی ہوں

شرف النسا شرف کے دیوان کا مسوّدہ خود ان کی تحریر میں ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد کے شعبۂ مخطوطات میں محفوظ ہے۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور کے مطابق ایک ہزار اشعار ہیں، جن میں غزلیات اور قصیدوں کے علاوہ نعتیں بھی ہیں، چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

مظہر کبریا نہیں ملتا

سرور انبیاء نہیں ملتا

جان لب پر ہے، ہجر میں جس کی

وہ مسیحا مرا نہیں ملتا

رب سے جو مانگا وہی تجھ سے ملا

اور ایسا حق کا پیارا کون ہے

جان دے آخر نبی کے عشق میں

جز شرف مشتاق ایسا کون ہے

انیسہ بیگم محمد یونس خاں رئیس علی گڑھ کی صاحبزادی تھیں۔ اپنے چچازاد بھائی پروفیسر ہارون خاں سے شادی کے بعد آپ مستقل طور سے حیدرآباد آگئیں۔ آپ کا مجموعہ کلام ''انیسیات'' کے نام سے شائع ہوا ہے، جو نظم وغزل کے علاوہ حمد ونعت پر بھی مشتمل ہے۔ بطور نمونہ ایک نعت کے

چنداشعار دیکھئے ۔

گلشن عالم میں وہ جان بہار آہی گیا
بوٹے بوٹے پتہ پتہ پر نکھار آہی گیا
حضرت عیسٰی نے دی جس کی نبوت کی نوید
چشم موسٰی کو تھا جس کا انتظار آہی گیا
جس کی خدمت میں سلاطین زمن دیں گے خراج
فقر کے ملبوس میں وہ تاجدار آہی گیا
میں نہ بھولوں گی کبھی احسان تیرا یا حبیب
تجھ سے دل کی بیقراری میں قرار آہی گیا

نوشابہ خاتون جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کی پہلی خاتون گریجوئٹ ہیں آپ نے نسواں کالج میں عربی لکچرر کے فرائض بھی انجام دئے ہیں۔آپ کا مجموعۂ کلام ''موج تخیل'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے، جس میں ہر صنف سخن کے نمونے موجود ہیں۔نوشابہ خاتون نے مسدس کے فارم میں ۲۱ بندوں کی ایک طویل نظم بہ عنوان ''ہدیۂ عقیدت بہ حضور حبیب خالق اکبر'' لکھی ہے جو بہت مقبول ہے۔اس نعت میں اسوۂ رسول اور تعلیمات نبوی کو بطور خاص نظم کیا گیا ہے۔یہ مصلحانہ رنگ مسدس حالی کی یاد دلاتا ہے۔بطور نمونہ دو بند ملاحظہ فرمائیں ۔

وہ جس نے ظلم کا بدلہ سدا دعا سے دیا
عوض ستم کا تلطف سے اور کرم سے دیا
جو راہ حق سے کبھی اک قدم نہ پیچھے ہٹا

ہزار جور اٹھائے نہ آیا لب پہ گلہ
حبیب خالق اکبر پہ ہو درود و سلام
ہزار بار پیمبر پہ ہو درود و سلام
غلام و آقا برابر ہیں جس کی ہے تعلیم
نہیں ہے رومی و تازی میں رنگ کی تقسیم
خدا کی ذات ہے بس اک واجب التعظیم
جھکے نہ خلق کے آگے کبھی سر تکریم
حبیب خالق اکبر پہ ہو درود و سلام
ہزار بار پیمبر پہ ہو درود و سلام

تہنیت النساء تہنیت کے والد نواب رفعت یار جنگ ثانی تھے۔آپ کا سن ولادت ۱۹۱۱ء اور جائے ولادت حیدرآباد ہے۔آپ کے پورے خاندان میں مذہبی رنگ گہرا اور آپ کو عشق نبیؐ کا جذبہ وراثت میں حاصل ہوا تھا۔آپ کی والدہ اور آپ کی نانی کو رسول اکرمؐ سے اس قدر محبت تھی کہ اخیر عمر میں دونوں ہی ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلی گئی تھیں۔تہنیت النساء بیگم کی شادی ۱۹۳۳ء میں مشہور محقق و ادیب ڈاکٹر محی الدین قادری زور سے ہوئی، جن کی وجہ سے علم و ادب کے شوق میں مزید اضافہ ہوا۔آپ کا بیشتر شعری سرمایہ نعت شریف پر مشتمل ہے۔ذکر و فکر اور صبر و شکر کے نام سے دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں

تہنیت النساء کی نعتوں میں نبی اکرمؐ سے شیفتگی اور والہانہ پن کی وجہ سے داخلیت کا وفور پایا جاتا ہے۔لیکن ساتھ ہی بارگاہ نبی کی عظمت وجلالت کا احساس بھی ان کے یہاں پایا جاتا ہے اور راہ نعت کی دشوار گزاری سے بھی وہ پوری طرح باخبر ہیں، چنانچہ کہتی ہیں ۔

ترا اضطراب اے دل مجھے بے ادب نہ کر دے
ہے یہ بارگاہ اقدس ذرایاں سنبھل سنبھل کے

صنف نعت میں تہنیت کا مقام بہت بلند ہے، ان کا علمی مرتبہ، اسلامی معلومات اور عشق رسول کا جذبہ بے پناہ ان کی نعتیہ شاعری کا طرۂ امتیاز ہے۔ اسی نعت کے مزید چند اشعار ملاحظہ کیجئے ۔

دل زار کیا کریگا میرے سینے میں مچل کے
ترا کام بس یہی ہے بہے آنسوؤں میں ڈھل کے
ہمیں اتنا یاد ہے بس کہ حرم سے ہم چلے تھے
یہ کہاں چلا گیا دل میرے سینے سے نکل کے
یہی تہنیت کی خواہش یہی تہنیت کے ارماں
یوں ہی نعت کے مضامیں لکھیں ہم بدل بدل کے

زینت بی بی محجوب اردو کی اولین صاحب نعتیہ دیوان شاعرہ ہیں جو مولوی سید محمد انور شاہ ملازم سرکار رام پور کی بیٹی ہیں، جن کی کتاب ''گلبن نعت'' ۱۳۱۱ھ میں مطبع جان جہاں دہلی سے شائع ہوئی جس کے بارے میں غوث میاں اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: ''اردو نعتیہ شاعری کے موضوع پر شائع ہونیوالے نعتیہ مجموعوں میں زینت بی بی محجوب کے نعتیہ مجموعے ''گلبن نعت'' کو اولیت کا شرف حاصل ہے، کیوں کہ وہ اردو زبان میں کسی نعت گو شاعرہ کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے، اس وقت میرے سامنے مفید عام پریس لاہور اور جان جہاں پریس دہلی سے شائع ہونے والے نسخے موجود ہیں۔'' اب بطور نمونہ ایک نعت کے چند اشعار یہاں پیش کئے جاتے ہیں ۔

کچھ نہیں مجھ کو ضرورت درہمِ ودینار کی
ہوں میں مداح جناب احمد مختار کی

المدد میرے نبی کیجئے کرم لیجئے خبر
جان و دل سے ہے مجھے خواہش ترے دیدار کی
کر دیا ہے مجھ کو ترے درد نے افسردہ حال
جاں بلب ہوں اب مجھے طاقت نہیں گفتار کی
آفتاب حشر کا محجوب کو کچھ ڈر نہیں
ہے یہ خود کردہ تمہارے سایۂ دیوار کی

حضرت بی بی روشن پھلواروی، خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ بہار کے سجادہ حضرت مخدوم شاہ احمد عبدالحئ بن حضرت تاج العارفین کی صاحبزادی تھیں ۔آپ کا انتقال ۱۲۴۸ھ میں ہوا۔ آپ کو عربی و فارسی زبان میں اچھی لیاقت تھی۔ شعر و شاعری کی طرف فطری رجحان تھا۔ آپ کو سرکار دو عالم ﷺ والہانہ عشق تھا اور ہجر نبی میں دل بے چین و بیقرار رہتا تھا، اس جذبے کا اندازہ چند نعتیہ اشعار سے کیجئے ۔

بن نبی کے ایسی اندھیاری ہے دنیا آنکھ میں
کچھ بھی آوے ہے نہیں روشن میرے تسکیں
کیا کہوں فرقت میں کس کس طرح ہوئے ہیں
روز ان اشکوں کا جاری ایک دریا ہوئے ہیں

بی بی منیر النساء حضرت شاہ عنایت حسین پھلواروی کی صاحبزادی ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۲۳۰ھ بہ مطابق ۱۸۶۸ء میں ہوئی۔ آپ کا نعتیہ کلام پر کیف جوش و عقیدت کے جذبے کا غماز ہے ۔چند اشعار دیکھئے ۔

کرتی ہوں رات دن میں زیارت رسول کی

پھرتی ہے اپنی آنکھوں میں صورت رسول کی
منیر لونڈی ہے اپنے نبیؐ کی ڈیوڑھی کی
کسی کے در سے ہے اس کو تو کوئی کام نہیں

نہ رکھو ہجر میں بیمار مجھ کو پلادو شربت دیدار مجھ کو
رہوں کب تک جدائی میں تڑپتی بلالو جلد اے سرکار مجھ کو

جمیلہ رضیہ خاتون اردو کی نعت گو شاعرات میں ایک بلند و بالا مقام کی حامل ہیں، آپ بین لاقوامی شہرت یافتہ خدا بخش اورنٹل پبلک لائبریری پٹنہ کے بانی خان بہادر خدا بخش خاں کی زوجہ محترمہ تھیں ان کی پیدائش ۱۸۶۸ء میں پٹنہ میں ہوئی، شادی کے بعد ۱۸۹۷ء تک حیدرآباد میں رہیں جہاں وہ عدالت عالیہ کے جج تھے۔ آپ صوفیائے کرام سے خاص عقیدت رکھتی تھیں۔ بڑی پُرگو اور قادرالکلام شاعرہ تھیں، ان کا قلمی دیوان آٹھ ضخیم جلدوں پر محیط ہے جو خدا بخش لائبریری میں محفوظ ہے۔ عشق رسول کی حقیقی شمع ان کے دل میں روشن تھی، جس کا عکس ان کے نعتیہ اشعار میں نظر آتا ہے۔

تعظیم کو ہمارے مَلک کیوں نہ آئیں گے
محبوب کی فدائی ہوں شیدا حبیب کی
مداح ہوں ازل سے رسول کریمؐ کی
ہے نقش لوح میرے ہی قلب سلیم کی
مطلوب سے ملا دیا طالب کو عشق نے
شکر خدا کہ دل میں ہے جلوہ حبیب کا

سر جھک گیا جمیلہ قدوم رسول پر
چمکا فلک پہ آج ستارہ نصیب کا

بی بی محمودہ خاتون ۱۷؍رجب ۱۳۳۱ھ کو اپنے آبائی مکان پھلواری شریف پٹنہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ حضرت سید شاہ قائم چشتی قتیل داناپوری کی زوجہ محترمہ تھیں۔ علامہ قتیل داناپوری بھی ایک عظیم المرتبت شاعر تھے، عصر حاضر کے معروف نعت گو شاعر اور محقق پروفیسر طلحہ رضوی برق آپکے صاحبزادے ہیں۔

محمودہ خاتون کی پوری شاعری کا مرکز حمد و نعت و منقبت ہے۔ آپ کا مجموعہ کلام ''گلستان سخن محمودہ'' معرف بہ تحفہ خاتم المرسلین'' کی ابتدائی تین غزلیں حمدیہ اور بقیہ سارا کلام رسول اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف اور خلوص و عقیدت پر مشتمل ہے۔ چنانچہ مقطع کے ایک شعر میں کہتی ہیں۔

ہر غزل میری ہے محمودہ شہ بطحا کی نعت
داد شاعر دے رہے ہیں میرے دیواں دیکھ کر

بطور نمونہ چند نعتیہ اشعار پیش خدمت ہیں۔

آسرا ہے تو فقط ایک تمہارا ہم کو
حشر میں دامن اقدس ہے سہارا ہم کو
جائیں ہم اور کہیں چھوڑ کے چوکھٹ تری
یہ تو ہو ہی نہیں سکتا ہے گوارہ ہم کو
دل تصدق ہے فدا جان ہے قرباں ہے جگر
نام پاک آپ کا کس درجہ ہے پیارا ہم کو
آپ محبوب خدا ہیں یا محمد مصطفیٰ

شافع روز جزا ہیں یا محمد مصطفیٰ

چشم رحمت سوئے محمودہ بحق فاطمہ

آپ اس کے پیشوا ہیں یا محمد مصطفیٰ

خیر النساء بہتر حضرت سید شاہ ضیاء النبی حسنیؒ کی صاحبزادی، مولانا سید عبدالحئیؒ کی اہلیہ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی والدہ تھیں۔ تصنیف و تالیف سے خاص لگاؤ رکھتی تھیں، نثر میں کئی کتابیں ہیں۔ ''باب رحمت'' ان کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے ۔

اگر ہو جانا مدینہ بہتر کبھی نہ آؤں وہاں سے پھر کر

جیوں وہیں پر مروں وہیں پر مجھے وہ قسمت ملے الٰہی

دکھا دے یارب وہ شکل زیبا مجھے یہ فرحت ملے الٰہی

کہ دیکھوں دیدار مصطفیٰ کا مجھے یہ نعمت ملے الٰہی

وہی تمنا ہے اب تو یارب کہ میں پہنچوں مدینہ

نکالوں دل کی میں حسرتیں سب مجھے یہ ہمت ملے الٰہی

مجھے عنایت ہو جس قدر زر کروں میں خیراں واں پہ جا کر

ہزاروں دے ڈالوں میں چھپا کر مجھے وہ دولت ملے الٰہی

عائشہ نسیم مولانا سید عبدالحئیؒ کی صاحبزادی اور مولانا علی میاں ندویؒ کی بڑی ہمشیرہ تھیں۔ دیگر نثری تصانیف کے علاوہ دو شعری مجموعے 'موج نسیم' اور 'باب کرم' حمد و نعت میں آپ کی یادگار ہیں۔ چند اشعار دیکھئے ۔

جسم مزکی روح مصفا، قلب منور، حسن میں یکتا

ظاہر و باطن نور مجسم ، صلی اللہ علیہ وسلم

سیدہ سردار بیگم اختر کا آبائی وطن بنگلور تھا، خان بہادر عبدالغنی رئیس اعظم نصیر آباد ان کے شوہر ہیں۔ ان کی نعتوں کا مجموعہ ''صحیفہ درخشاں'' شائع ہو چکا ہے ۔

ہجوم سجدہ بے تاب آہ ! کیا کہئے

پڑی رہوں میں اسی در پہ عمر بھر کے لئے

بڑی بیگم پروین، میر قربان علی رئیس آگرہ کی اہلیہ ہیں، ان کا نعتیہ دیوان ''سراج الفیض'' کے نام سے ۱۹۱۵ء میں ان کے صاحبزادے سید مشتاق حسین نے شائع کرایا تھا۔

ہے تصور میں ہمیشہ اب سراپائے رسول

ہم سراپا اک گلستاں بن گئے ہیں آج کل

اب تک جن نعت گو شاعرات کا ذکر کیا گیا، ان کا تعلق انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے آغاز سے تھا، لیکن دور جدید میں ترقی پسندی اور جدیدیت کے رجحانات سے متاثر شاعرات کی جہاں اکثریت نظر آتی ہے، اُن میں جدید لب و لہجہ اور اسلوب میں تعمیری شاعری کی طرف متوجہ شاعرات کی ایک بڑی تعداد بھی موجود ہے۔ بطور مثال میں پاکستان میں صائمہ خیری اور ہندوستان میں رخسانہ نکہت ام ہانی کا نام لینا چاہتا ہوں۔ صائمہ خیری کے مجموعہ کلام ''میری نظمیں میرے گیت'' میں بقول ادا جعفری ''صائمہ خیری کی شاعری میں شدت احساس کی رنگت اور مشرقی تہذیب کی مانوس خوشبو رچی بسی ملتی ہے'' اب ان کی ایک نعت ملاحظہ کیجئے ۔

مرے پیمبرؐ!

بکھر گئی ہوں
تمام رستے
مہیب اندھے کوئیں کی جانب سمٹ رہے ہیں
میں سوچتی ہوں
کہ بات مانوں تو کس کی مانوں
کہ میرے اندر
کہ میرے باہر
تضاد لاکھوں جھلک رہے ہیں
سوال لاکھوں ابل رہے ہیں
محبتوں اور نفرتوں کا عجیب لاوا
میری نسوں میں کئی برس سے پگھل رہا ہے
جواب پاؤں تو کس سے پاؤں
تمام انسان مضطرب ہیں
میرے پیمبر
کئی برس سے میں رو رہی ہوں
خطائیں لاکھوں قدم قدم ساتھ چل رہی ہیں
میں ایک ذرہ
بہت ہی عاجز

بہت ہی پاگل
مجھے کوئی راستہ دکھا دے
میرے پیمبر
میرے پیمبرؐ

اردو شاعری میں درود و سلام بہت لکھے گئے ہیں، حفیظ جالندھری اور ماہر القادری کے سلام تو بہت ہی معروف و مقبول ہیں، مگر آزاد نظم کے فارم میں صائمہ خیری کا یہ خوبصورت سلام دیکھئے۔

سلام اس پر
تمام نوع بشر کے حق میں جو اک دعا ہے
سلام اس پہ
جو ایک عطا ہے
خدائے برتر کی نعمتوں میں
ہر اک نعمت سے جو ایک سوا ہے
سلام اس پہ جو مسکرا کے
بتا رہا ہے حیات کیا ہے
تمام یہ کائنات کیا ہے
کمال ہے جو وہ ذات کیا ہے
سلام اس پہ

جوقلب وجاں کی ہراک الجھن مٹا رہا ہے
جوظلمتوں کوشکست دے کرنفس نفس میں سما رہا ہے

سلام اس پہ
جونورحق ہے
سلام اس پہ
جوسب کا پیارا مصطفٰی ہے۔

رخسانہ نکہت ام ہانی نے اپنے ’’نالہ نیم شبی‘‘ سے وقت کی بے حسی اور جمود کو توڑا ہے۔ صحت مند رجحان اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کے ساتھ وہ شاعرات کی صف میں نئی نئی وارد ہوئی ہیں۔ بقول پروفیسر جگن ناتھ آزاد ’’رخسانہ نکہت لاری کا مجموعہ کلام حمد، نعت اور ملی منظومات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ کو پڑھنے کے بعد جو پہلا تاثر قائم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ شاعری دل کی آواز ہے اور اس لئے سچی اور کھری ہے، تصنع اور بناوٹ سے پاک۔‘‘ ام ہانی کی ایک نعتیہ نظم ملاحظہ کیجئے۔

وہ ایک انساں بلندی پر کھڑا
مجھ کو بلاتا ہے
وہ تم کو بھی بلاتا ہے
وہ سب کو ہی بلاتا ہے
اتر کر پھر ہماری ہی زمیں پر پاس آتا ہے
جھلستی دھوپ ہے
پتھر کی بارش
خون کا دریا

مگر وہ گنگناتا ہے
بہت ہی مدھ بھرا نغمہ
سحر آگیں سناتا ہے

صائمہ خیری اور ام ہانی کی نعتیہ نظموں میں اسلوب کی تازگی اور تہہ داری کے ساتھ نسوانی لب ولہجہ اور نسوانی جذبہ ہے ان کی نظمیں سوز وگداز، رنگ موسیقی اور والہانہ جذبے اور کیفیت میں ڈوبی ہوئی ہیں۔

اب تک میں ان چند ممتاز و منفرد نعت گو شاعرات ہی کا ذکر کر سکا ہوں، جن کی شناخت اپنے دور میں صرف نعت گو شاعرہ ہی کی رہی ہے اور اُنکی زندگی کا بیشتر حصہ تقدیسی شاعری میں ہی گذرا یا گذر رہا ہے، نعتیہ مجموعہ ہائے کلام شائع کرانے والی ایسی شاعرات کی ایک طویل فہرست میرے سامنے ہے، جن کی نعتوں کا تعارف و تذکرہ اجمالاً کرانا بھی اس مختصر سے مضمون میں مشکل نظر آتا ہے۔ چنانچہ ایسی چند اہم نعت گو شاعرات کی ایک مختصر ترین فہرست یہ ہے: نور بیگم بدایونی، مخفی بدایونی، نور جہاں بیگم نور، فاطمہ قیصری ریحانہ، سردسم قادری بدایونی، سکندر حیا بریلوی، وحیدہ نسیم، معینہ انور، اختر اقبال، حشمت آرا، ثریا واسطی امروہوی، انور فاخرہ انوری، مسرت جہاں نوری، شفیقا بدایونی، نواب شاہجہاں بیگم، بی بی سلطان فرخ، زاہدہ خاتون نزہت اور رحمت النساء رحمت کا ذکر ضروری ہے۔

اسی طرح خود ریاست کرناٹک کی نعت گو شاعرات کی ایک طویل فہرست میرے سامنے ہے، جن میں چند شخصیات کی نعتیہ شاعری کا تذکرہ نہایت ضروری ہے۔ مگر مضمون کی طوالت اسکی اجازت نہیں دے رہی ہے، لہٰذا صرف چند اہم ناموں کے اندراج پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ جن میں فاطمہ ردا، زہرہ بتول کرناٹک کی ایسی بزرگ شاعرہ ہیں جن کے نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں،

علاوہ ازیں نجیبہ خانم نرگس، شاہوار بیگم، زہرا فاطمہ، مہ جبین نجم، ریحانہ بیگم، نیلوفر نایاب اور شائستہ یوسف وغیرہ دیگر اصناف سخن کے ساتھ ساتھ خوبصورت نعتیہ شاعری بھی کررہی ہیں۔

ہمارے معاشرے میں ماہ ربیع الاول میں میلا درسول کی محفلوں کے انعقاد کا رواج ہر دور میں رہا ہے۔ہم اپنے گھروں میں رحمت وبرکت کے نزول کی خاطر کبھی مردانہ اور کبھی صرف زنانہ محفل میلا دمنعقد کرتے ہیں، ان محفلوں کی ضرورت کے تحت ہر دور میں میلا دناموں کی ترتیب و اشاعت بھی ہوتی رہی ہے اور خوشی کی بات یہ ہے کہ اس معاملہ میں بھی ہماری شاعرات پیچھے نہیں رہی ہیں۔چند ایسی شاعرات جنھوں نے اپنے نعتیہ مجموعوں کے علاوہ میلا دنامے بھی تحریر کئے ہیں، ان کے نام یہ ہیں: رحمت النساء رحمت، بیگم خورشید مرزا، سیدہ م نوری، بیگم رضیہ احمد، سیدہ فاطمہ ذکرٰی بلگرامی، زہرا اسماعیل، افتخار بانو، سیدہ سلطانہ رابعہ بیگم وغیرہ۔

آخر میں یہ عرض کردوں کہ نعت گو شاعرات کے ضمن میں ایک پہلو چھوٹتا ہوا محسوس ہورہا ہے، لہٰذا چند جملوں میں اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اردو نعت گوئی کی تاریخ کے ہر دور میں غیر مسلم شعراء نے جو کچھ کہا ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔اس سلسلہ میں متعدد تحقیقات ہمارے سامنے آچکی ہیں، اور سردست حال ہی میں شائع ہونے والی نور احمد میرٹھی کی ایک ضخیم تحقیقی کتاب ''بہر زماں، بہر زباں'' اس وقت میرے سامنے ہے۔جس میں تقریباً ساڑھے تین سو غیر مسلم نعت گو شعراء کا تذکرہ مع نمونہ کلام تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل شائع کیا گیا ہے۔ظاہر ہے اس میں غیر مسلم شاعرات کی بھی اچھی خاصی نمائندگی ہے۔ جنھوں نے محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰؐ کے حضور گلہائے عقیدت پیش کئے ہیں۔یہ شاعرات بھی اسلامی تعلیمات اور سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا گہرا مطالعہ رکھتی ہیں۔انکے جذبات واحساسات کو خواتین کی نعتیہ شاعری میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔بطور نمونہ چند غیر مسلم شاعرات کا حسن عقیدت پیش

خدمت ہے۔

محترمہ ڈاکٹر انجنا سدھیر کا مجموعہ کلام ''موج سحر'' شائع ہو چکا ہے، آپ ہندی کی معروف صحافی اور ایک ہندی روزنامہ کی ایڈیٹر ہیں، نعت کے دو شعر دیکھئے ۔

پہلے مکے میں رہوں ، پھر میں مدینہ جاؤں
کعبے کو دیکھ کے میں کعبے کا کعبہ دیکھوں
سر بسجدہ جہاں رہتے ہیں فرشتے ہردم
میں بھی سرکار دو عالم کا وہ روضہ دیکھوں

محترمہ رام پیاری کا تعلق لکھنو سے ہے۔فانی مراد آبادی نے ہندو شعراء کا نعتیہ کلام میں ان کے چند اشعار لکھے ہیں، ملاحظہ کیجیے

دل سے تم عزت محمدؐ کی کرو اے ہندوؤ
غور اک انسان کی تعلیم الفت پر کرو
جن کے دل میں عزت و عظمت محمد کی نہیں
کر نہیں سکتے بزرگوں کی وہ عزت بایقیں
خیر مقدم کرکے میلاد رسول اللہ کا
دور کر دو سب یہ جھگڑے کر رہی ہوں التجا

محترمہ بوادتی، جن کا تعلق امرتسر سے ہے، ان کا اعتراف عظمت رسالت ان لفظوں میں ڈھلا ہے ۔

کافور ہو گئی ہے میرے دل کی تیرگی
شکر خدا کہ خواب سے بیدار ہوگئی

اخلاق احمدی نے ہے حیراں کیا مجھے
بی ڈی کنیز احمد مختار ہوگئی

پروفیسر تجیندر ادا اردو کی ممتاز شاعرہ ہیں، سکھ مذہب سے تعلق رکھتی ہیں، مگر خیر البشرؐ سے محبت وعقیدت کا اظہار کتنے پرخلوص اور پرکیف انداز میں کرتی ہیں، ملاحظہ فرمایئے۔

یہ کسی کو مری کیا خبر
کہ تصور میں خیر البشرؐ ہے
میں بہت دور ہوں میں نے مانا
میرے آقا کو میری خبر ہے
میں ازل سے ہوں ان کی بھکارن
یہ رسول خداؐ کو خبر ہے
کیا بگاڑے گا میرا زمانہ
کملی والے کی مجھ پر نظر ہے
نعت لکھی ہے سرکارؐ کی اب
کیا تجیندر ادا بے ہنر ہے

غیر مسلم شاعرات کا یہ پاکیزہ کلام ہر دور میں پڑھا جاتا رہے گا اور یقیناً ان شاعرات کی فراخ دلی، والہانہ وابستگی اور پرخلوص عقیدت کے باعث نعت گوئی کی صنف میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔

مختصر یہ کہ آج خواتین کا نعتیہ ادب بھی دیگر ادبی کارناموں کی طرح ناقابل فراموش ہے اور مجھے یقین کہ خواتین کی نعت گوئی کو آئندہ مزید فروغ حاصل ہوگا۔ جیسا کہ میں نے شروع میں

عرض کیا یہ ایک وسیع وعریض موضوع ہے، میری اب تک کی گفتگو سے مدحت رسول کے کچھ چراغ روشن ہوئے ہیں جو میری تسلّی کے لئے کافی ہیں، ؎

اک اک گام پہ روشن کرو مدحت کے چراغ
نعت کی روشنی پھیلاؤ جہاں تک پہونچے

☆☆☆

کرناٹک میں اردو کی نعتیہ شاعری

سرزمین کرناٹک نے تاریخ کے ہر دور میں اردو زبان و ادب کی آبیاری اور چمن بندی میں بلاشبہ ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ شاعری ہو یا نثر، لسانیات ہو یا صحافت، سائنسی ادب ہو یا ادب اطفال، ہر لحاظ سے کرناٹک کے ادیبوں شاعروں اور دانشوروں نے اردو کو گنج ہائے گراں مایہ سے نوازا ہے۔ خاص طور سے شاعری کے تقریباً تمام جدید و قدیم اصناف و ہیئت میں طبع آزمائی کی گئی ہے، ظاہر ہے کہ ان میں صنف نعت گوئی بھی ہے۔ جو بڑی عظمت و اہمیت کی حامل ہے۔

صوبہ کرناٹک عہد قدیم سے نہ صرف شعرا و ادبا کا مسکن رہا ہے۔ بلکہ یہ علماء و صوفیاء کا بھی مرکز رہا ہے۔ ہر دور میں یہاں کے بزرگان دین، علمائے شرع متین اور اسلامی مبلغین، دینی تعلیمات اور روحانی رشد و ہدایت کی شمع جلا کر زندگی کی تاریک راہوں کو منور کرتے رہے ہیں۔ ان علمائے کرام اور صوفیائے عظام میں چند شخصیتیں ایسی بھی رہی ہیں جو بذات خود ایک اچھے اور باکمال مگر گمنام شاعر کی حیثیت سے جانی جاتی ہیں۔ ان کا شعری کارنامہ صوفیانہ و عارفانہ کلام سے بھرا پڑا ہے۔ ان کے دل میں عشق رسول کی حقیقی شمع روشن تھی۔ چنانچہ انہوں نے بارگاہ نبوی میں بڑے ہی خلوص اور ادب و احترام کے ساتھ خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ جس سے اردو ادب میں نعت گوئی کو کافی فروغ حاصل ہوا۔

تاریخی حیثیت سے اردو میں نعت گوئی کی روایت نئی نہیں۔ یہ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ خود

اردو شاعری، عہد قدیم سے لے کر آج تک شاید اردو کا کوئی شاعر ہو جس نے نعتیہ اشعار نہ کہے ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی نے خاص شغف اور لگاؤ کے ساتھ کہے ہیں، اور کسی نے محض تکلفات سے کام لیا ہے۔ کسی نے تواتر و اہتمام کے ساتھ یہ کام انجام دیا ہے۔ کسی نے نعتیہ شاعری کے پورے پورے دیوان یادگار چھوڑے ہیں اور کسی کے ہاں اکا دکا نعتیہ غزلیں نظر آتی ہیں۔ کچھ نے اعلیٰ درجے کی شاعری کے نمونے پیش کئے ہیں، اور کچھ اوسط و ادنی سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں۔

اردو شاعری کی چار سو سالہ تاریخ میں نعتوں کا کتنا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہوگا۔ اس کا اندازہ ہر اس شخص کو ہوگا جس نے اردو شاعری کا تسلسل کے مطالعہ کیا ہے۔ گرچہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس ذخیرہ کا زیادہ تر حصہ بعض دوسرے موضوعات کی شاعری کی طرح معمولی درجے کا ہے، لیکن ایک حصہ ضرور ایسا ہے جو فکر و فن کے معیاروں پر پورا اترتا ہے، اور بلند پایہ شاعری کے زمرے میں آتا ہے۔

ایک طرف تو اردو میں نعتیہ شاعری کی یہ وسعت اور عظمت ہے اور دوسری طرف ان تمام باتوں کے باوجود یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس نوع کی شاعری تقریباً ہر زمانے میں دبی دبی سی رہی ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ میرے خیال میں اس کی واحد وجہ ہمارے ناقدین و محققین کی وہ بے اعتنائی ہے کہ عرصے تک وہ اردو کی تقدیسی شاعری یعنی حمد و نعت و منقبت کی مذہبی حیثیت کی وجہ سے ادبی و تخلیقی سطح پر اس کے اعتراف میں بخل سے کام لیتے رہے ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اس شاعری کا تعلق براہ راست جذبے کی شدت اور سرمدیت سے ہے، جہاں دل کی صاف اور سچی آواز سنی جاتی ہے۔ ایسی شاعری اپنی تاثیر اور دلنشینی کی وجہ سے شاعر اور قاری دونوں کے سچے محسوسات کی ترجمان ہوتی ہے۔ لیکن خوشی کی بات یہ ہے کہ اب حالات بدل رہے ہیں، برف پگھل رہی ہے۔ آج مقدار و معیار دونوں اعتبار سے فن نعت میں قابل قدر اضافہ ہو رہا ہے۔ اس وقت برصغیر

ہندوپاک میں استحکام نعت اور فروغ نعت کی منظّم تحریک وجود میں آچکی ہیں۔نعت رنگ دنیائے نعت، دبستان نعت اور جہان نعت جیسے یک موضوعی رسالے نکل رہے ہیں، صرف اتنا ہی نہیں، مختلف مکاتب فکر وعقیدہ اور مسالک و مذاہب سے وابستہ معتبر ترقی پسند جدید اور جدید تر شعرا التسلسل سے نعتیہ شاعری کررہے ہیں، پھر ہندوپاک میں جتنے ادبی رسائل نکل رہے ہیں، خواہ وہ ارض پاک کے سیپ، سیارہ، اورفنون ہوں یا ہندوستان کے مختلف ادبی ماہنامے ان سب کے آغاز میں نعتوں کا بڑا حصہ اہتمام کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔نعت کی یہ بے پناہ مقبولیت رسول مقبول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا اعجاز نہیں تو اور کیا ہے؟

اردو شاعری کے باقاعدہ آغاز کے ساتھ ہی نعت گوئی کا بھی آغاز ہوا۔لہٰذا ہر دور اور ہر مقام کے شعری نمونوں میں نعتیہ اشعار بھی بکثرت ملتے ہیں۔مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز (م،۸۲۵ھ) کے کچھ اشعار کو اردو نعت کا اولین نمونہ قرار دیا ہے۔بہ طور مثال صرف ایک نعتیہ شعر نقل کرتا ہوں ؎

اے محمدؐ جلو جم جم جلوہ تیرا
ذات تجلّی ہو وے گی نین سپورن سہرا

نویں صدی ہجری کے مختلف صوفی شعرا خواہ وہ گلبرگہ و بیدر کے ہوں یا بیجاپور و بنگلور و میسور کے رہے ہوں، ان کے یہاں نعتیہ اشعار کثرت سے ملتے ہیں۔جن کے یہاں مقامی رنگ و رجحان اور موسیقیت کے ساتھ محبت کی حلاوت اور جذبے کی گرمی بھی موجود ہے۔

دور حاضر میں یعنی آزادی ہند کے بعد کرناٹک کے نعت گو شعرا کی جستجو میں جب تاریخ و تذکروں اور کلیات و دواوین کا میں نے جائزہ لیا تو تقریباً ایک سو شعرا کی فہرست میرے سامنے آئی، جن کی نعتیہ عطائیں فکروفن کی خوبیوں کے باعث لائق مطالعہ ہیں، مگر یہ کام انتہائی طوالانی اور

دیدہ وری کا ہے جو ایک مبسوط تحقیقی وتنقیدی مقالہ کا متقاضی ہے۔بہرحال سردست میں یہاں دور حاضر کے ان چند نعت گو شعرا کا بطور خاص ذکر کرنا چاہتا ہوں۔جو باقاعدہ نعت گو ہیں اور جن کی شاعری کا بڑا حصہ نعتوں پر مشتمل ہے اور انہوں نے اپنا نعتیہ مجموعہ کلام بھی شائع کردیا ہے، ایسے شعرا کی تعداد مکمل طور سے دو درجن ہے۔ہمارے سامنے ایک دوسری فہرست ان شعرا کی ہے جو ادبی و شعری لحاظ سے معتبر اور صاحب کتاب شاعر ہیں، ان کی تعداد یقیناً دو درجن سے کچھ زیادہ ہے۔ جن کا مجموعہ غزلوں کا ہو یا نظموں کا، ان کا آغاز عموماً حمد و نعت ہی سے ہوتا ہے۔ان مجموعوں کے خالق اگرچہ باقاعدہ نعت گو نہیں مگر ان کی نعتیں نعتیہ شاعری کے تمام محاسن سے معمور ہیں۔ان کی نعتوں میں رسول اکرمؐ سے عشق و محبت اور وارفتگی، قلبی وابستگی اور تعلق خاطر کا بے پایاں اظہار ہوا ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نعت گو کو کسی علاقے کے حوالے سے جاننے کا قائل نہیں ہوں۔مقامی رنگ کے ساتھ آفاقی حسن ادب کی شان اور اس کی پہچان ہے۔دنیا جہان میں جہاں کہیں بھی شمع رسالت کے پروانے ہیں، وہاں نعت گوئی کی روایت موجود ہے اس لئے نعت گوئی کو کسی خاص علاقہ اور طبقہ تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔لیکن فکروفن پر علاقائی اور طبقاتی اثرات سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا، اس لئے اس قسم کے جائزے کی گنجائش ضرور نکلتی ہے۔اس پس منظر میں جب شعرائے کرناٹک کی نعت گوئی کا جائزہ لیا جائے گا تو روایتی اور رسمی انداز فکر کے ساتھ ساتھ یہاں فکری طہارت عقیدہ کی پختگی اور توحید ورسالت کے مراتب کا پورا پورا لحاظ اور اہتمام بھی نظر آئے گا اور حضور خاتم المرسلینؐ سے والہانہ عشق اور اظہار عقیدت کا وجدان بھی موجزن ملے گا۔

اب میں دور حاضر میں کرناٹک کے چند نعت گو شعرا کا تذکرہ پیش کرنا چاہتا ہوں، حافظ

کرناٹکی ایک خوش فکر، خوش گو اور کہنہ مشق شاعر ہیں، بچوں کے شعری ادب میں ایک خاص لہجہ رکھتے ہیں، اس لہجے کی جھلک ان کی نعتوں میں بھی نظر آتی ہے۔ وہ اردو نعت کی ایک توانا آواز ہیں، بچوں کے تو مقبول ومحبوب شاعر ہیں، ان کی شاعری سادہ وسہل ہونے کے ساتھ ساتھ پیغام عمل سے بھی مملو ہے۔ اب تک حمد ونعت میں آپ کے چھ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ نعت عشق نبیؐ کے اظہار کا سب سے موثر وسیلہ ہے۔ آپ کی نعتوں میں جذبہ کی فراوانی کے ساتھ ساتھ اظہار کا سلیقہ اور انتہائی احتیاط بھی موجود ہے۔ نعتیہ شاعری ہمیشہ سے ہی ''با محمد ہوشیار'' کا تقاضا کرتی ہے۔ ہر ایک کے لئے لازمی ہے کہ جوش عقیدت میں ان حدود کو تجاوز نہ کر جائے جو اسلام نے مقرر کئے ہیں۔ اس لئے ہر شاعر نعت کہتے ہوئے ڈرتا اور گھبراتا ہے۔

کیسے لکھوں ان کی نعت
لکھ دی ہے بس ایک دو بات
لب پہ نعت ہے حافظ ہر پل
دل میں خوب مچی ہے ہلچل

جناب حافظ نے باضابطہ منظوم سیرت نگاری بھی کی ہے۔ مگر ان کے دیگر نعتیہ اشعار میں بھی سیرت رسول پاک کی خوشبو مہک رہی ہے، اور ان کی تمنا ہے کہ وہی خوشبو مسلمان معاشرے میں مجسم ہو جائے لیکن وہ اپنے معاشرے کی موجودہ صورتحال سے شاکی بھی ہیں۔

محمدؐ کی سیرت کو بھولے ہوئے ہیں
ہم عصیاں کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں

اور اسی لئے وہ خدا کے حضور دعا کرتے ہیں۔

کریں ایک اک لمحہ تبلیغ دیں کی

کہ قوت بڑھے ہم سے دین مبیں کی
دکھا دیں شریعت کے رستے پہ چل کر
زباں بند ہو جائے گی نکتہ چیں کی
ہمیں بخش دے بخش دے یا الٰہی

اس وقت ہمارے پیش نظر ان کی نعتوں کا مجموعہ ''شمع ہدیٰ'' ہے جس کے ذریعہ انہوں نے بچوں کے ذہن میں یکسوئی کے ساتھ اپنے پیارے نبیؐ کی محبت کا جذبہ پیدا کرنے، ان کے ایمان واعتقاد کو پختہ کرنے اور ان کی ظاہری وباطنی تربیت اسلامی اصول واعتقاد کے مطابق کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب ان کی نعتوں کے بارے میں زیادہ کچھ کہنے سے بہتر یہ ہے کہ ان کی نعتوں کے چند اشعار بطور نمونہ یہاں پیش کر دوں، بظاہر تو یہ اشعار بچوں کے لئے لکھے گئے ہیں، مگر بڑے بھی ان سے پوری طرح فیضیاب ہو سکتے ہیں۔

ہیں نبیوں میں اعلیٰ و ارفع وہی
محمدؐ کی سب سے الگ شان ہے
نبی کی فضیلت کا ہے ترجماں
جو اترا ہے ان پر وہ قرآن ہے
کریں آؤ تقلید احمد ابھی
شریعت کا رستہ تو آسان ہے

محمدؐ سے ہے آج ہر سو اجالا
محمدؐ رسول اکرم بن کے آئے

محمدؐ سب کو مروت سکھائی
صداقت محبت سخاوت سکھائی
پڑھایا سبق سب کو وحدانیت کا
کیا خاتمہ بچو شیطانیت کا

ڈاکٹر سید شاہ مدار عقیل دنیائے نعت میں محتاج تعارف نہیں۔ ان کا نعتیہ مجموعہ ''ردائے رحمت'' شائع ہو چکا ہے۔ جس میں نعتیہ غزلوں کے ساتھ ساتھ جدید لب ولہجہ میں آزاد نظم کے فارم میں بھی نعتیں بڑی تعداد میں کہی گئی ہیں۔ شاعری میں علمیت شعریت اور مذہبیت کے تینوں زاویوں کو برابر سے ایک جگہ دیکھنا ہو تو جناب عقیل کی شاعری کو دیکھنا چاہیے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

میں کر رہا ہوں بصد احترام آپ کے نام
خلوص دل سے درود و سلام آپ کے نام
عروج ہستی آدم کی لازوال مثال
مقام سدرہ کی عظمت تمام آپ کے نام
یہ کائنات کہاں آپ کا مقام کہاں
ہر ایک فانی قیام و دوام آپ کے نام

پھیلی ہیں مدینہ سے نکل کر تری باتیں
اخلاص و محبت کا سمندر تری باتیں
گر راہ بھٹک جائے کوئی امتی تیرا
بن جاتی ہیں اس کے لئے رہبر تری باتیں

ہر بات تری درس ہدایت ہے جہاں کو
اخلاق کی معراج کا دفتر تری باتیں

ڈاکٹر راہی فدائی جدید نعتیہ شاعری کا ایک معتبر نام ہے۔ ''مہبط انوار'' آپ کا نعتیہ مجموعہ ہے، جب کہ ''یا صاحب الجمال'' منظوم سیرت نگاری کا ایک خوبصورت نمونہ ہے۔ راہی فدائی کی نعتوں میں ندرت وسلاست کے ساتھ والہانہ عقیدت نیازمندانہ وارفتگی اور دربار نبویؐ سے لگاؤ داخلی کیفیات کا بے پناہ شوق نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ نے اپنی نعتوں میں آیات ربانی اور احادیث نبوی کی تعلیمات اور سیرت سرور عالم کو بڑے موثر انداز میں نظم کیا ہے۔

پُر نور تیری ذات ہے قرآں ترے صفات
مدت سے ورنہ مخفی و گمنام تھا احد
احمد جو آئے ظاہر و مشہور ہوگیا
تمہیں تو ہو معزز مہمان لامکاں آقا
شب اسریٰ کی ذی شوکت سیاحت ختم ہے تم پر
رنگ لایا اس طرح درس محبت آپ کا
دشمن جاں تھے عمر فاروق اعظم ہوگئے
خار رشک گل بنے، شعلے بھی شبنم ہوگئے
ان کی وہ چشم کرم ، اعداء کے سر خم ہوگئے

جناب اسد اعجاز ایک ایسے خوش قسمت شاعر ہیں جنھوں نے دوسری اصناف سخن پر طبع آزمائی کے ساتھ نعتیہ اشعار کہے ہیں۔ آپ کی نعتوں کا مجموعہ ''آبروئے سخن'' شائع ہو چکا ہے۔

جس میں حمد ومناجات اور منقبت بھی ہیں۔ جو شاعر کی پختہ گوئی اور زورِ بیان کا بین ثبوت ہیں۔ شاعر کو سرکارِ دو عالمؐ سے جو عشق و محبت اور عقیدت ہے، ان کی تمام نعتوں میں مختلف انداز سے اسی کا اظہار ہوا ہے۔ حسرت حاضری اور کیفیات حضوری کے رنگ بھی ان کی فضائے نعت پر چھائے ہوئے ہیں۔ دوری میں حضوری کی کیفیت کا اندازہ صرف ایک شعر سے کیجئے۔

گنبد خضریٰ نظر آئے گا چشم دل سے دیکھ
اے اسد اعجاز تجھ سے کب مدینہ دور ہے

آج کا انسان جس انتشار واضطراب بے چینی اور بحران کا شکار ہے، اس کے تمام مسائل اور دکھ درد کا علاج شافع محشر نبیؐ اکرم سے نسبت غلامی میں ہے۔ اگر انسانیت کو آج حقیقی امن و سکون اور راحت وطمانیت درکار ہے تو اسے یہ نعمت حضور اکرمؐ کے قدموں میں ہی مل سکتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

ذکر رسول پاک سے حاصل ہوا سکوں
جب بھی دل و جگر میں ذرا بے کلی ہوئی
آرام اس جہاں میں نہیں ہے سہی مگر
دل کو سکوں ملا ہے محمدؐ کے شہر میں
ہوجائے گا علاج میرے قلب زار کا
مل جائے گر غبار نبیؐ کے دیار کا

جناب ریاض احمد خمارؔ عصر حاضر کے ایک ایسے شاعر ہیں کہ جن کی غزلوں کا مجموعہ ''جزیرہ امیدوں کا'' جب نظر نواز ہوا تو ان کی اداس شخصیت ان کی درد والم کی شاعری کے آئینہ میں منعکس ہوگئی۔ اور جب ان کی حمد ونعت پر مشتمل کتاب ''سرحد یقین کی'' سامنے آئی تو اندازہ ہوا کہ خمار

ایمان و یقین کی سرحد کی جانب جادۂ عشق پر گامزن ہیں اور محبت وعقیدت کا والہانہ نغمہ الاپتے ہوئے اس منزل کی سمت رواں ہیں، جو حضرت محسنؔ وامیرؔ اور رضاؔ کی راہوں سے ہوتا ہوا حضرت حسان بن ثابتؓ تک پہنچا ہے۔

کہتے ہیں جس کو لوگ مدینہ منورہ
بے شک وہ سرزمین ہے سرحد یقین کی

خمارؔ کی نعتیہ شاعری تمام تر ان کے ٹوٹے ہوئے دل کی آواز ہے۔ جس میں کوئی تصنع نہیں وہ اپنی محبت اور قربت کا اظہار بڑے آسان پیرائے میں سادگی اور سلاست کے ساتھ کرتے چلے جاتے ہیں، اور اس کی روحانی کیفیت دل کی تہوں میں اترتی چلی جاتی ہے۔ خمار کی نعتوں میں خلوص محبت ہے۔ بے ساختگی اور روانی ہے۔ تڑپ ہے، چاہت ہے، اور اسی چاہت کا دم بھرتی ہوئی ان کی شاعری ان کے داخلی رموز کا دلکش اظہار ہے۔

دامن تھا تہی لیکن عشق غم احمد میں
جینے کا خمار اپنے سامان ملا ہم کو
جان لیجئے عشق میں ڈوبے بغیر
مدحت خیرالوریٰ ہوتی نہیں
خمار عشق محمد میں جو ہیں غرق انہیں
زیاں کی فکر نہ ارمان سود ہوتا ہے

عشق رسولؐ کا لازمی تقاضہ اتباع رسولؐ ہے اور دونوں لازم وملزوم ہیں، شاعر کو جہاں متاع عشق رسول حاصل ہے۔ وہیں وہ اسوۂ رسول پر گامزن ہونے کی ضرورت واہمیت سے بھی واقف ہے۔

ایک سوغات ہے ہر ایک مسلماں کے لئے
آپ کا طرز عمل آپ کی سنت آقا

زندگی میری بسر آپ کی تقلید میں ہو
ہے یہ خواہش یہ تمنا یہ حسرت آقا

پیروی آپ کی کیسے نہ کروں عمر تمام
ہے سکوں اس میں نجات اس میں راحت آقا

اب اخیر میں ایک مکمل نعت ملاحظہ فرمایئے، جس میں بظاہر شاعر نے اپنا درد وغم بارگاہ رسالت میں پیش کیا ہے مگر یہ ان کا ذاتی کرب والم نہیں بلکہ یہ نعت اجتماعی آشوب، عصری آگہی اور ملی شعور کا مرقع ہے۔

میرا درد دل مرا حال غم نہ کہوں میں ان سے تو کیا کروں
وہی سب سے مجھ کو ہیں محترم نہ کہوں میں ان سے تو کیا کروں

مرا چہرہ کیوں ہے بجھا بجھا میرا دل ہے آج ملول کیوں
ہوئی کس لئے مری آنکھ نم نہ کہوں میں ان سے تو کیا کروں

مرا کون ہے یہ جہان میں ہیں خدا کے بعد وہی مرے
مری زندگی کا ہر اک الم نہ کہوں میں ان سے تو کیا کروں

نئی الجھنیں نئی مشکلیں نئے مسئلے نئی آفتیں
نئے امتحاں ہیں قدم قدم نہ کہوں میں ان سے تو کیا کروں
ہے خمار میرا یقین یہ وہی لاج رکھیں گے حشر میں
شہ انبیاء ہو کرم کرم نہ کہوں میں ان سے تو کیا کروں

جناب منیر احمد جامی گذشتہ تین دہائیوں سے پرورش لوح وقلم میں مصروف ہیں، بہت پہلے حمدیہ مجموعہ ''حرف ناتمام'' منظر عام پر آیا، پھر نعتوں کا مجموعہ ''نقش لاثانی'' دنیائے نعت میں ان کی منفرد شناخت کا باعث بنا اور اب غزلوں کا مجموعہ ''اختراع'' ان کے زرخیز ذہن کی نشاندہی کر رہا ہے۔ منیر جامی کی نعت گوئی میں عشق رسول کی وارفتگی کے ساتھ ساتھ صوفیانہ اپروچ بھی نظر آتا ہے۔ جو ان کے فکری میلان کا اشاریہ ہے۔

ظہور مصطفیٰ دراصل کیا ہے
خدا کا نور بے پردہ ہوا ہے
نظر آتا ہے جس میں حق کا جلوہ
جمال مصطفیٰ وہ آئینہ ہے
جسے عشق محمد کہہ رہے ہو
حقیقت میں وہی فضل خدا ہے

وہ آرزو جسے تکمیل تک پہنچنا تھا
در رسولؐ پر جا کر ٹھہر گئی ہوگی
وہی نظر ہے زمانے میں کامیاب نظر

جو نقش پائے محمد کو ڈھونڈتی ہوگی
دل و نگاہ جہاں غرق عشق احمد ہوں
وہاں پہ حسن عقیدت کی آگہی ہوگی

جناب اکمل آلدوری کرناٹک کے ممتاز ومعروف شاعر ہیں، جن کا نعتیہ مجموعہ ''نور وظہور'' شائع ہو چکا ہے۔ اس سے پہلے مجموعہ غزل ساغر اخلاص اور مجموعہ رباعیات، سلگتے پھول، کے نام سے دنیائے شاعری میں پیش کر چکے ہیں۔ آپ کی نعتیہ شاعری میں رسول کریمؐ سے اخلاص و عقیدت اور عشق ومحبت کی وارفتگی کا بہترین اظہار ہوا ہے، ایک نعت کے چند اشعار خوشبوئے جمال جہاں آرا سے معطر اور ایمان ویقین کے نور سے منور کر سکتے ہیں۔

ہے یہ فرمان الٰہی اور فرمان رسولؐ
چاہنے والوں کو ہی ہوتا ہے عرفان رسولؐ
آگئے ختم نبوت کی سند لے کر حضورؐ
آگئی خلقت سمٹ کر زیر دامان رسولؐ
آپ سے جن کو ہے نسبت ان سے نسبت میں رکھوں
بھولے پاؤں گا نہ ہرگز دل سے احسان رسولؐ
تذکرہ ہے آپ کی رفعت کا جب قرآن میں
پھر کسی کی کیوں ہو محتاج یہاں شان رسولؐ
ہے پیام رب کہ ان کی پیروی میں ہے نجات
ہاتھ سے اکمل نہ چھوٹے تیر دامانِ رسولؐ

عزیزالدین عزیزؔ بلگامی عصر حاضر کے ایک ایسے معروف ومقبول نعت گوشاعر ہیں جن

کے چار شعری مجموعے حرف وصوت، سکون کے لمحوں کی تازگی، زنجیر دست وپا اور دل کے دامن پر شائع ہو چکے ہیں۔ ان تمام مجموعوں میں ان کی حمد ونعت کا بڑا حصہ شامل ہے۔ شاعری کے ساتھ نثری اصناف صحافت وکالم نگاری اور تحقیق وتنقید سے بھی دلچسپی رہی ہے۔ نعتیہ شاعری کی تخلیق و ترسیل آپ کا مشغلہ بھی ہے اور مشن بھی۔ چونکہ اسلامی ادب کہ فکر وفلسفہ سے آپ کی قدیم وابستگی رہی ہے، اسی لئے آج بھی اس کے فروغ میں ہر طرح سے کوشاں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لحن داؤدی سے بھی نوازا ہے، دلنشیں ترنم کے ساتھ اپنا کلام پیش کرتے ہیں، لہٰذا مشاعروں کے مقبول شاعر ہیں۔ اپنی نعتوں میں والہانہ عشق وخلوص اور وارفتگی کے اظہار کے ساتھ دعوت وہدایت، جذبۂ اطاعت اور کتاب رحمت سے وابستگی کا پیغام بھی دیتے ہیں۔ ایک نعتیہ غزل کے چند اشعار دیکھئے:۔

دعوت و ہدایت کی ایک حسین شفق لے کر میرے مصطفیٰ آئے
کفر کے اندھیروں میں نور کا طبق لے کرم، میرے مصطفیٰ آئے
کفر تھا ضلالت تھی ، مالک حقیقی سے ہر طرف بغاوت تھی
بولہب کی بستی میں پیار کا سبق لے کر میرے مصطفیٰ آئے
فتنہ جو زمانہ تھا دین اشاعت میں حکمتیں ضروری تھیں
حاسدوں کی دنیا میں ، سورۃ الفلق لے کر میرے مصطفیٰ آئے
ٹھیک ہے عقیدت ہو ساتھ ہی عقیدت کے ، جذبۂ اطاعت ہو
جوعمل کے قابل ہو ایسا ایک سبق لے کر میرے مصطفیٰ آئے
عالم رسالت میں آئین رسالت کی جو کتاب ادھوری تھی تھی
اس کتاب رحمت کا، آخری ورق لے کر ، میرے مصطفیٰ آئے

نعت یہ عزیزؔ اپنی میرا رب اگر چاہے وجہہ مغفرت ہوگی
بے جان امیدوں میں زیست کی رمق لے میرے مصطفیٰ آئے

جناب عبدالقدیر شاکرؔ بنگلوری مرحوم معروف ومقبول مترنم شاعر تھے۔آپ نے غزلوں کے دو مجموعے ''ساز فطرت'' اور آواز فطرت'' شائع کئے نیز نعتوں کا ایک مجموعہ نذرانہ عقیدت پیش کیا۔آپ نے زیادہ تر روایتی شاعری کی ہے اور نعتیں بھی رسمی و روایتی انداز کی کہی تھیں۔

زمیں سے آسماں تک نور ہے اور اک اجالا ہے
یہ پیکر ڈھالنے والے نے کسی سانچے میں ڈھالا ہے
خیال آیا خدا کو نور سے دنیا سجانے کا
یہی تھا راز جو آدم کو جنت سے نکالا ہے
جسے بخشی گئی دین اور دنیا کی جہاں گیری
وہی ہے شافع محشر وہی اک کملی والا ہے

جناب سلام نجمی بھی مشاعروں کے معروف مقبول مترنم شاعر ہیں، آپ کی غزلوں کا مجموعہ تابہ افق اور حمد ونعت ومنقبت کا مجموعہ ''جذبہ اطہر'' شائع ہو چکا ہے، آپ کے کلام میں بھی روایتی نعت گوئی کے تمام مسلمات موجود نظر ہوتے ہیں، ایک مکمل نعت ملاحظہ کیجئے۔

میرے آقا جناب شہ دوسرا
کوئی ثانی ہوا ہے کہاں آپ کا
کتنا پُر کیف ہے کس قدر جانفزا
کتنا دلکش ہے ذکر و بیاں آپ کا
مرحبا مقصد کن فکاں آپ ہیں

مرضی مالک دوجہاں آپ ہیں
وجہ تخلیق کون و مکاں آپ ہیں
لامکاں آپ کا ہے مکان آپ ہیں
عرش پر رب کے مہماں حبیب خدا
آپ کی شان محبوبیت مرحبا
آپ کی عظمتوں کی ہے یہ انتہا
حق تعالیٰ ہے خود میزباں آپ کا
دو جہاں کی ملی آپ کو سروری
آپ پر ختم ہے عظمت و برتری
کوئی تعریف کیا کرسکے آپ کی
جب کہ قرآں ہے مدح خواں آپ کا
آپ کا ذکر یا سید المرسلینؐ
درحقیقت عبادت سے کچھ کم نہیں
سرنگوں کیوں نہ ہوجائے نجمی وہیں
ذکر شاہ ہدیٰ ہو جہاں آپ کا

جناب کوثر جعفری بھٹکلی مرحوم ایک بزرگ اور کہنہ مشق شاعر تھے۔ایک طرف آپ کی غزلوں کا مجموعہ ''موج سخن'' ہے جو دراصل من کی وہ موج ہے جو بے اختیار شعر کے قالب میں ڈھل کر ہمیں سرخوشی و مستی عطا کرتی ہے، کوثر کی دوسری جہت نعت نگاری ہے جو اپنے خلوص والہانہ وارفتگی، بحر محبت کی طغیانی اور آبشار عقیدت کی روانی کے باعث بڑی بلند اور اوج سخن کے مقام پر فائز

ہے۔کوثر جعفری کی اصل شناخت ان کے نعتیہ مجموعہ کلام ''اوجِ سخن'' میں شامل نعتیں ہیں۔

عشق رسول کے بغیر نعت گوئی ممکن نہیں بقول میر تقی میرؔ ''عشق بن یہ ادب نہیں آتا'' کوثر کی نعتیہ شاعری دل کی شاعری ہے جو دل والوں کو متاثر کرتی ہے، چند اشعار دیکھئے۔

عشق نبیؐ کا درد مجھے بھی نصیب ہے
خواہاں نہیں ہوں میں کسی عیش و سرور کا

ہے سودائے عشق نبیؐ میرے سر میں
بگولے نہ آئیں مری رہگزر میں
محبت میں نہیں اندیشۂ سود و زیاں مجھ کو
کہ بخشا ہے نبی کے عشق نے دردِ نہاں مجھ کو

ہری ہر کے نور احمد سورجؔ کرناٹکی نے شعری مجموعہ ''صبح امید'' کے بعد نعتیہ مجموعہ ''تجلیات'' بھی پیش کر دیا ہے۔ چند اشعار دیکھئے۔

جو شخص مصطفیٰ کا مددگار ہوگیا
اللہ پاک اس کا مددگار ہوگیا
لے کر نبیؐ کا نام جو ہم نے پڑھا درود
صحرا ہمارے قلب کا گلزار ہوگیا
سورج نبی کے عشق میں کیا ہوگئے مگن
خوابیدہ بخت آپ کا بیدار ہوگیا

جناب عبدالستار مائل ٹمکوری کا شعری مجموعہ قندیل شائع ہو چکا ہے۔ نعتیہ مجموعہ

''نذرانے'' کے ذریعہ آپ نے بارگاہ رسالت میں عقیدت و محبت کے پھول نذر کیے ہیں۔

کچھ ایسا علم رسالت مآب لائے ہیں
کہ ذہن و فکر میں اک انقلاب لائے ہیں
اندھیرا چھٹنے ہی والا ہے کفر کا مائل
وہ کار خیر کا ایک آفتاب لائے ہیں

جناب رزاق کوثر میسور کی ادبی و شعری سرگرمیوں میں بے حد متحرک و فعال کردار ادا کرتے رہے ہیں، آپ کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ ''اعتراف'' جذبے کی فراوانی اور احساسات کی شدت کے ساتھ خلوص و محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ بطور نمونہ ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

آپ میرے دین و ایماں میری دنیا آپ ہیں
آپ ہیں میرا مقدر میری عقبیٰ آپ ہیں
خاتم پیغمبراں مخدوم اسریٰ آپ ہیں
صاحب معراج کل نبیوں میں تنہا آپ ہیں
بے کسوں کو سربلندی آپ کے در سے ملی
وقت مشکل خلق پر رحمت کا سایہ آپ ہیں
ہر تہی داماں نے پائی آپ سے اپنی مراد
ہر امید تشنہ لب کے حق میں دریا آپ ہیں
ذکر اطہر آپ کا قرآن کا بام عروج
اس سے آگے کیا کہے افسرؔ کہ کیا کیا آپ ہیں

جناب رزاق اثر کا نعتیہ مجموعہ حص حص الحق (اور حق ظاہر ہو ہی گیا) ابھی حال میں دسمبر 2013ء میں شائع ہوا ہے۔ اس سے پہلے 2002ء میں نعت ومنقبت پر ایک مجموعہ ''بیاض تنہا'' شائع ہوا تھا۔ علاوہ ازیں آپ کے پانچ شعری مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ آپ قادرالکلام اور پختہ مشق شاعر ہیں اور نعت گوئی کے آداب واسالیب سے اچھی طرح واقف ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ احتیاط اور تقاضائے ادب واحترام کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

کوئی منظر مرے دل کو نہیں بھاتا رسول اللہ
نگاہوں میں بسا ہے گنبد خضرا رسول اللہ
نہیں ہیں یاد مجھ کو اب تو آداب دعا لیکن
کرے فریاد ہر دم ہجر کا مارا رسول اللہ
مسلسل آنکھ سے بہتے ہیں آنسو نام لیتے ہیں
ہے کیسا غم سمجھ میں کچھ نہیں آتا رسول اللہ
رہبر مری حیات کا قرآن ہے بہت
بعد از خدا رسول پہ ایمان ہے بہت
نام نبی پہ جان لٹادی ملا جو حکم
دنیا مرے جنون پہ حیران ہے بہت
ان کے وسیلے سے ہی خدا کا پتہ ملا
ان کا تو کائنات پہ احسان ہے بہت
مدت سے آرزو ہے خدایا قبول ہو

جا کر بسوں مدینے میں ارمان ہے بہت

جناب آغا اختر عباس اختر علوی نے بیشتر اصناف نثر ونظم میں طبع آزمائی کی ہے۔ بنگلور کے آپ بے حد متحرک شاعر افسانہ نگار اور صحافی ہیں، آپ نے غزلوں کے علاوہ حمد ونعت اور سلام و مرثیہ بھی خوب خوب لکھا ہے۔ ''چشم نم، اور، ضرب عزا'' کے نام سے آپ کے دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ نعتیہ شاعری میں روایتی لب ولہجہ کے باوجود عشق ومحبت کی وارفتگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

کونین ہے اک محفل انوار محمدؐ
اس شان کا طیبہ میں ہے دربار محمدؐ
ہوں روز ازل سے میں طلبگار محمدؐ
ہوجائے میسر مجھے دیدار محمدؐ
معراج سے وہ لوٹے تو بستر تھا ابھی گرم
کیا جانے کیا تھی گرمی رفتار محمدؐ
دامانِ نبی تھام لو اللہ ملے گا
اللہ کا طالب ہے طلبگار محمدؐ
اللہ کا مژدہ ہے یہ بندوں کو اے اختر
جنت کا ہے حقدار وفادار محمدؐ

ضلع بنگلور کے شہر چن پٹن کی فضاؤں میں شعروادب کو برگ وبار اور خصوصیت کے ساتھ نعت گوئی کے فن کو پروان چڑھانے والی ناقابل فراموش شخصیت حضرت زین العابدین تقدیر مرحوم

ومغفور کی تھی، آپ ایک کہنہ مشق بزرگ شاعر تھے، کہتے ہیں کہ تقریباً تمام نوجوان شعرائے چن پٹن آپ کے حلقہ شاگردی میں شامل تھے۔ آپ کی زندگی میں آپ کا نعتیہ مجموعہ ''نوشتہ تقدیر'' کے عنوان سے شائع ہوا، بقیہ تمام کلام آپ کے انتقال کے بعد آپ کے وارثوں نے شائع کرایا۔ نمونہ کلام ملاحظہ کیجئے۔

آجائے نظر مصحف رخسار محمدؐ
مدت سے ہوں میں تشنۂ دیدار محمدؐ
دربار ہے اللہ دربار محمدؐ
جبرئیل امیں حاشیہ بردار محمدؐ
طیبہ کا کعبۂ اشرف سے نہیں کم
اللہ کا وہ گھر ہے یہ دربار محمدؐ
کیوں کر نہ اثر زمزمہ سنجی کا ہو اسی کی
تقدیر ہے اک بلبل گلزار محمدؐ

جناب عبدالحق جوہر صدیقی نے اپنی غزلوں کا مجموعہ آوارہ لکیریں پیش کیا۔ پھر مجموعۂ نعت ومنقبت صلوعلیہ وسلموا کے عنوان سے شائع کیا۔ چند نعتیہ اشعار ملاحظہ کیجئے۔

پوچھتے کیا ہو کمال ارتقائے مصطفیٰ
دو جہاں کی انتہا ہے ابتدائے مصطفیٰ
آدمیت کے شرف کا تاج پر انوار ہے
برسر عرش معلیٰ نقش پائے مصطفیٰ
ہے خدا کی شان رزاقی کا یہ فیضان خاص

دوجہاں کو کردیا مہماں سرائے مصطفیٰ

محمد حبیب صابرؔ شاہ آبادی مرحوم ملک کے معروف ومقبول نعت گو شاعر تھے، آپ نے اپنی زندگی کے تقریباً 45 سال خدمت شعر وسخن میں صرف کئے جن کا بیشتر حصہ نعت گوئی پر مشتمل ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری کے چار مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ رحمت عالم سلسلہ انوار، ضامن نجات، اورتہذیب منورہ کی نعتیں کافی عظمت واہمیت کی حامل ہیں۔ آپ کے نعتیہ کلام کے موضوعات میں تنوع ہے۔ خیالات میں جدت اور ندرت جذبات میں گہرائی وگیرائی اور فکر کی بلند پروازی ہے۔ صاف وشگفتہ اور رواں دواں اسلوب میں خلوص ومحبت اور عقیدت کا اظہار کمال ہنرمندی کے ساتھ کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

نہ کوئی عکس نہ سایہ دکھائی دیتا ہے
ہے ایک نور جو چلتا دکھائی دیتا ہے
نبیؐ کا اپنے جو چہرہ دکھائی دیتا ہے
کلام رب کا صحیفہ دکھائی دیتا ہے
قسم خدا کی ہمارے رسول پاکؐ کا نام
ہر ایک غم کا مداوا دکھائی دیتا ہے

نہیں صرف ترسٹھ برس عمر رحمت
ازل سے ابد تک قیام آپ کا ہے
مسلماں کی تعریف جو بھی ہو لیکن

ہے مومن وہی جو غلام آپ کا ہے
نہ الفاظ صابر نہ آواز صابر
کلیم آپ کا ہے کلام آپ کا ہے

ڈاکٹر سید شاہ خسرو حسینی عصر حاضر کے وہ معروف نعت گو شاعر ہیں جنھوں نے اردو کے ساتھ فارسی اور ہندی میں بھی کثرت سے نعتیں کہی ہیں۔ آپ کا نعتیہ مجموعہ ’’ورفعنا لک ذکرک‘‘ شائع ہو چکا ہے جو دراصل حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے ادبی و شعری ورثہ کی توسیع ہے اور خوشی کی بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس روحانی و شعری سلسلہ کو پوری توجہ، انہماک اور استعداد کے ساتھ جاری اور ساری رکھا ہے۔ یہ پورا مجموعہ کلام خلوص و محبت کے جذبے سے سرشار، عشق و عقیدت کی خوشبو سے معطر ایمان و یقین کی کیفیت اور تسلیم و رضا کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ چند نعتیہ اشعار پیش خدمت ہے۔

جگہ دے دیجئے قدموں میں اپنے ہم غلاموں کو
نہیں ہے اور کوئی بھی ہمارا یا رسول اللہ
خدا عشق محمد میں یہی معراج ہو خسرو
جدھر دیکھو محمد کا نظارہ ہو تو ایسا ہو

مدینہ کو جانے کو جی چاہتا ہے
وہاں سے نہ آنے کو جی چاہتا ہے

مواجہ کی جانب بصد احتراماً
غم دل سنانے کو جی چاہتا ہے
رہوں ان کے قدموں میں ہے یہ تمنا
اور آنسو بہانے کو جی چاہتا ہے
مدینہ کی گلیوں کی دلکش فضا میں
سبھی بھول جانے کو جی چاہتا ہے
عجب کیف خسرو منانے میں ان کو
پیا کے منانے کو جی چاہتا ہے

ڈاکٹر وحید انجم ایک قادر الکلام اور خوش فکر شاعر ہیں، دیگر اصناف سخن کے ساتھ صنف نعت پر بھی خصوصی توجہ دی ہے۔ اور اس فن میں مہارت حاصل کی ہے۔ ’’ابر رحمت‘‘ آپ کا مجموعۂ نعت ہے۔ آپ کے نعتیہ کلام میں فکر کی گہرائی، اور خلوص کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے، چند اشعار دیکھئے۔

اک زمیں پر ہی نہیں نام کا چرچا تیرا
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
روح پرور ہے دل آویز ہے روضہ تیرا
مرکز اہل نظر گنبدہ خضریٰ تیرا
نور ہی نور ہے بس نور فقط نور ہے تو
کیسے آئے گا نظر فرش پہ سایہ تیرا

پارساؤں کا عبادت یہ ہے تکیہ لیکن
تیرے انجم کو تو کافی ہے وسیلہ تیرا

عرب کے دشت میں غنچے کھلانے مصطفیٰ آئے
کہ بن کر نور ظلمت کو مٹانے مصطفیٰ آئے
زمانہ دور کرتا تھا غریبوں اور یتیموں کو
محبت سے گلے ان کو لگانے مصطفیٰ آئے

سید صبیح حیدر صبیحؔ مرحوم معروف نعت گو شاعر تھے، جن کی خوبصورت نعتوں کا مجموعہ ''پہلی ضیاء'' شائع ہو چکا ہے۔ خلوص ومحبت اور عشق وعقیدت کے اظہار جذبات کی گہرائی اور احساسات کی شدت کے اعتبار سے آپ کا نعتیہ کلام کافی اہمیت وعظمت کا حامل ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

حاصل بہت خوشی ہوئی عشق رسول میں
راحت سدا مجھے ملی عشق رسول میں
ہر لمحہ میں خدا سے دعا مانگتا رہوں
کٹ جائے میری زندگی عشق رسول میں

اے صل علیٰ میلاد نبی کیا دل کو مسرت ہوتی ہے
آئے ہیں یہاں جو بھی ان پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے
ہے جلوہ نما وہ نور خدا پرنور ہوا ہے سارا جہاں

سب دور اندھیرے ہوتے ہیں وہ صبح صداقت ہوتی ہے
کیا غار حرا کیا کوہ صفا معراج کی شب بھی شاہد ہے
ہر امر میں آپ کو پیش نظر امت کی شفاعت ہوتی ہے
بخشش کی صبح امید تو ہے تائید رسول برحق ہے
ہونے دو ہمیں کیا خوف و خطر گر آج قیامت ہوتی ہے

''نشاط نور'' عبدالستار خاطرؔ کا دلکش نعتیہ مجموعہ ہے۔ آپ کے پورے نعتیہ کلام پر جذب و مستی، وجد وشوق، حسرت وتمنا اور جستجو وآرزو کی فضا مسلط ہے۔ چند اشعار دیکھئے۔

گزریں مری خواہش ہے دن رات مدینے میں
کہنا ہے محمدؐ سے حالات مدینے میں
ہے نور محمدؐ سے کونین کی تابانی
کیوں خاک نہ ہو جل کر ظلمات مدینے میں
اس ارض مقدس کا ہر ذرہ چمکتا ہے
رحمت کی جب ہوتی ہے برسات مدینے میں
خاطر کے سوا میرے کچھ پاس نہیں خاطرؔ
لے جانے سے قاصر ہوں سوغات مدینے میں

ابھی تک یہاں جن شعرا کا ذکر ہوا ہے، وہ سب نعتیہ شاعری میں اپنے خصوصی انہماک شغف اور لگاؤ کے باعث امتیازی مقام رکھتے ہیں اور جنہوں نے دوسرے شعری مجموعوں کے ساتھ

ساتھ نعتیہ مجموعوں کی اشاعت کا خصوصی اہتمام بھی کیا ہے۔لیکن اس وقت ایک بڑی تعداد ان معتبر شعرا کی بھی ہمارے سامنے ہے جنھوں نے باقاعدگی کے ساتھ نہ سہی مگر تسلسل کے ساتھ عمدہ نعتیہ شاعری کے نمونے پیش کیے ہیں۔طوالت کے خوف سے جن کا تفصیلی تذکرہ قلم انداز کرتے ہوئے صرف چند نام لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ان شعرا میں شاہ ابوالحسن ادیب، آزاد ساحری، ابراہیم ذائق، محمد علی فائق، سید احمد ایثار، محمد حسین فطرت بھٹکلی، محمد حنیف شباب، مظہر محی الدین، عزیز بلگامی، ضیا کرناٹکی، الف احمد برق، انور مینائی، راہی قریشی، محبؔ کوثر، گوہر تریکیروی، سید احمد راحل، سلیمان خطیب، سہیل نظام، ساغر کرناٹکی، شاد باگل کوٹی، وغیرہ وغیرہ ایسے کئی نام ہیں جن کی نعتیہ شاعری ناقابل فراموش ہے۔

آخر میں کرناٹک کے چند غیر مسلم نعت گو شعراء کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں جن کی مادری زبان کنڑا ہے مگر انہوں نے اردو زبان مین اپنی عقیدت و محبت کا اظہار جس لب ولہجہ میں کیا ہے وہ یقیناً ہر پہلو سے قابل داد ہے۔ڈاکٹر کے. مدنا منظرؔ شہر گلستاں بنگلور کے معروف شاعر ہیں۔اسی طرح ہبلی کے ونکیا کاملؔ کلادگی اردو نعت گوئی میں اپنی ایک الگ شناخت رکھتے ہیں۔

شری رام چندر راؤ جو شاعری میں راج پریمؔی کے قلمی نام سے معروف ہیں۔گلبرگہ ضلع کے رہنے والے، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے قدیم گریجویٹ ہیں اور گذشتہ نصف صدی سے پرورش لوح وقلم میں مصروف ہیں۔آپ کا ایک شعری مجموعہ ''نوائے سحر'' شائع ہو چکا ہے جس کے آغاز میں حمد ونعت اور منقبت کی بڑی تعداد موجود ہے۔ گیان چند مرمکّیہ جدید لب ولہجہ کے خوش فکر شاعر ہیں جو شہر گلستاں بنگلور کی ادبی فضا کو چار چاند لگا رہے ہیں آپ نے دیگر اصناف شاعری کے ساتھ ساتھ نعتیہ اشعار بھی بہت ڈوب کر کہے ہیں جس میں برجستگی، روانی اور محبت وعقیدت کی فراوانی ہے۔

اب میں اس موضوع کے ایک دوسرے پہلو کی طرف آتا ہوں اور وہ ہے اردو نعت میں خواتین کی خدمات اور حصہ داری۔اس وقت ریاست کرناٹک کی نعت گو شاعرات کی ایک فہرست ہمارے سامنے ہے۔جن میں چند کا ذکر ضروری ہے۔

ڈاکٹر صغریٰ عالم مرحومہ گلبرگہ کی معروف نعت گو شاعرہ تھیں، حمد ونعت پر مشتمل آپ کے دو دو مجموعے محراب دعا اور باب جبرئیل شائع ہو چکے ہیں، آپ کی نعتوں میں بڑی سادگی وسلاست کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف تسلیم واطاعت اور خلوص وعقیدت کا بیان ملتا ہے۔چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

میرے مولا کے روضے پر مری شام و سحر صدقے
حیات مختصر کیا ہے یہ دل صدقے نظر صدقے
خدا جو بخش دے مجھ کو کروں شمس و قمر صدقے
نہیں میری مگر یہ کائنات بحر و بر صدقے

رحمت کا ہر طرف ہے سماں جا کے دیکھئے
گنبد ہے ایک کتنی کماں جا کے دیکھئے
دربار مصطفیٰ میں ہمارا سلام عرض
اک سلسلہ دعا کا وہاں جا کے دیکھئے
رحمت تمام روضۂ اطہر ہی سے شروع
کیا ہیں حدود ارض جہاں جاکے دیکھئے
امت کو اپنے نور سے آراستہ کیا

اک نور مستقل ہے جہاں جا کے دیکھئے

محترمہ سیدہ اختر مرحومہ شادی کے بعد حیدرآباد سے مستقل طور سے بنگلور میں مقیم تھیں۔ شاعری کی تقریباً تمام اصناف میں مشق سخن کرتی تھیں مگر نعت گوئی سے خصوصی شغف تھا، ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

چھیڑ کے ساز لا الہ دھوم مچا گیا کوئی
روح جہاں تھی محو خواب آکے جگا گیا کوئی

جس کے لئے ازل سے تھی چشم براہ کائنات
بن کے وہ پیکر حسیں سامنے آگیا کوئی

ایک قبائے کہنہ تر، اک ردائے تار تار
دولت دوجہاں کا راز آ کے بتا گیا کوئی

دشمن جاں پہ بھی رہیں عدل و کرم کی بارشیں
عدل و کرم کو کس قدر عام بنا گیا کوئی

نور نگاہ آمنہؓ شاہد خلوت حرا
قرب خدا بھی مل گیا اس کو جو پاگیا کوئی

اخترؔ خوشنوا بگو نعت رسول نو بہ نو
آج تو ذہن و فکر پر میرے بھی چھا گیا کوئی

محترمہ زہرا بتول مرحومہ کی نعتوں کا مجموعہ ''مہکتے پھول'' شائع ہو چکا ہے۔ آپ کی نعتیں عشق ومحبت کے جذبہ صادق کے ساتھ نسوانی احساسات کی بھی ترجمانی کرتی ہیں۔ چند اشعار دیکھئے۔

آمنہؓ کے گھر محمد مصطفیؐ پیدا ہوئے
اک زمانے سے کیا جاتا تھا جن کا انتظار

انبیاء نے جو سنایا آپ کی آمد کا حال
سارے انسانوں میں اونچا ہے فقط ان کا وقار

وہ مدینے کے مناظر اور وہ بازار بھی
میں ہر اک منظر نگاہوں میں سجا کر رہ گئی

یاد آئے جب مجھے زہراؔ حرم کے واقعات
میں تڑپ کر رہ گئی آنسو بہا کر رہ گئی

ہمیں بھی حشر میں کوثر نصیب ہو یا رب
ہمارا ساقی وہ خیرالانام ہوجائے

محترمہ حسنیٰ سرور معروف فکشن نگار اور شاعرہ ہیں، آپ کے تین شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی شاعری کا بنیادی استعارہ روشنی ہے۔ آپ کی نعت کے چند اشعار دیکھئے۔ نعت کے نور سے آپ کی شاعری کیسی روشن ہے۔

انگلیاں ہوگئیں پر نور صحیفہ روشن
نعت گوئی سے ہوا ہے مرا خامہ روشن

آپ کے نام کو جب چوم لیا ہونٹوں نے
قلب پُر نور ہوا ہوگیا سینہ روشن

آپ کی ذات سے روشن ہوئے سارے عالم
یہ زمیں کیا ہے ہوا عرش معلیٰ روشن

آسمانوں سے ہوا نور ہدایت کا نزول
روشنی پھیل گئی ہوگیا کعبہ روشن
افق دہر پہ خورشید نبوت چمکا
ہر طرف ہوگیا امت کا ستارہ روشن
میں کہ ایک ذرہ ناچیز ہوں حسنٰی لیکن
عشق احمد نے کیا میرا نصیبہ روشن

محترمہ رضیہ یاسمین راز وانمباڑی تامل ناڈو کی رہنے والی ہیں مگر شادی کے بعد گزشتہ کئی دہائیوں سے بنگلور میں مقیم ہیں۔شاعری کی دوسری اصناف کے ساتھ نعت گوئی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری اور سچی عقیدت ومحبت ہے۔جس کا اظہار ان کی نعتیہ شاعری میں خوب خوب ہوا ہے۔چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

نبی کی محبت سے معمور ہے دل
اسی لیے تو ہوتا ہے ایمان کامل
مٹوں کی میں ناموس محبوب حق پر
یہی ہے مری زندگانی کا حاصل
سلامت رہے میری نسبت نبی سے
دکھاتا ہے آنکھیں مجھے چرخ باطل
ملے نعت لکھنے کی توفیق یارب
بنے خانۂ راز بھی اس کے قابل

باد صبا نبی سے میرا سلام کہنا
روضے پہ حاضری کا ان سے پیام کہنا
فرق مراتب ان میں خوب جانتی ہوں
اللہ کے بعد لب پر ان کا ہے نام کہنا
اپنے گلے میں ان کی طاعت کا پٹہ ڈالو
گر چاہتے ہو خود کو ان کا غلام کہنا

تشنہ لبی کا میری ہے راز یہ تقاضا
پیوں گی جب وہ دیں گے کوثر کا جام کہنا

محترمہ شہوار بیگم کولار کی مشہور شاعرہ ہیں،بچوں کے شعری ادب میں بھی آپ کی ناقابل فراموش خدمات ہیں،آپ نے نعتیہ شاعری بھی خصوصی لگاؤ اور شغف کے ساتھ کی ہے۔چند اشعار دیکھئے۔

کہہ دو یہ زمانے سے آقا وہ ہمارا ہے
اللہ نے خود جن پر قرآن اتارا ہے
واللہ مدینے کا کیا خوب نظارہ ہے
اس خاک کا ہر ذرہ رخشندہ ستارا ہے
فریاد پہنچنے میں اب دیر نہیں ہوگی
حضرت کے وسیلے سے رحمت کو پکارا ہے
ہر ایک حدیث ان کی کردار کا آئینہ

سیرت کا بیاں ہر اک قرآن کا پارا ہے
میرے لئے کافی ہے سرکار کی خوشنودی
جو آپ کا پیارا ہے اللہ کا پیارا ہے
بیگم نے بھی آقا کی مدحت کے تصور میں
گلہائے عقیدت سے دل اپنا سنوارا ہے

ان شاعرات کے علاوہ فریدہ رحمت اللہ نجیبہ خانم نرگسؔ، زہرا فاطمہ، مہ جبیں نجم، شائستہ یوسف، ریحانہ بیگم، نیلوفر نایاب، شبانہ نشین، صباح نکہت، اور فرزانہ فرح وغیرہ کرناٹک کی ایسی شاعرات ہیں جو دیگر اصناف سخن کے ساتھ ساتھ خوبصورت نعتیہ شاعری بھی کر رہی ہیں۔ آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ یہاں میں نے اس گلشن سے چند کلیاں ہی منتخب کی ہیں، ان کے علاوہ بھی نئی نسل کی درجنوں شاعرات ہیں، جن کے ہاں مستقبل کی نعتیہ شاعری کے امکانات بہت روشن اور واضح ہیں۔

☆☆☆

دکن میں اردو کی نعتیہ شاعری

اردو زبان و ادب کے ساتھ یہ ایک بڑا عجوبہ ہے کہ اس کی پیدائش گنگا و جمنا کے دوآبہ اور نواح دہلی میں پراکرت' شورسینی اور اپ بھرنش سے ہوتے ہوئے بھاشا' ہندوی' ہندی اور ریختہ کے نام سے ہوئی۔ مگر اس زبان کے ادب کا سلسلہ دکن کے بہمنی دور (747ھ/ 1347ء) یعنی چودھویں صدی عیسوی میں شروع ہوا۔ اس ضمن میں سب سے پہلا نام حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ (825ھ) کا آتا ہے۔ اس طرح بہمنی دور سے لے کر عادل شاہی اور قطب شاہی دور تک بڑے پیمانے پر شعر و ادب کی تخلیق ہوتی رہی۔ جغرافیائی اعتبار سے بندھیاچل سے لے کر راس کماری تک کے علاقہ میں بولی جانے والی زبان ''دکنی'' کہلاتی ہے۔ ماہرین لسانیات نے اسے قدیم اردو کے نام سے بھی یاد کیا ہے۔ بہمنی دور کے شاعر فخر الدین نظامی کی مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' زمانہ تصنیف (825 تا 838ھ) کو اردو کی ابتدائی اور قدیم تر تصنیف کہا گیا ہے۔ اسی طرح 946ھ میں خوب محمد چشتی کی مثنویاں ملتی ہیں۔ گیارہویں صدی ہجری کا آسمانِ سخن اردو شاعری کے تابندہ ستاروں سے جگمگا رہا تھا۔ پہلے صاحبِ دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ کے علاوہ ملا وجہی' نصرتی' معظم' بلاقی' میراں ہاشمی' مختار' فدوی' مفتوں' فتاحی' غواصی اور ابن نشاطی وغیرہ وغیرہ گولکنڈہ و بیجاپور کی رونق تھے۔ یہاں تک کہ عہد مغلیہ میں ولی اورنگ آبادی جو ولی دکنی (م 1119ھ) بھی کہلاتے ہیں اردو شاعری کے باوا آدم بن کر سامنے آئے۔ ولیؔ پہلی بار 1700ء میں دہلی گئے اور مختصر قیام کے بعد واپس آئے۔ پھر جب دوسری بار 1722ء میں ان کا دہلی جانا ہوا

تو وہ اپنا اردو دیوان بھی اپنے ساتھ لیتے گئے، جسے دیکھ کر وہاں کے شعراء کی آنکھیں حسرت سے پھیل گئیں، کیونکہ ابھی تک شمالی ہند میں اردو شاعری کا چرچا شروع نہیں ہوا تھا۔

اب آیئے اردو نعت گوئی کی طرف۔ تاریخی حیثیت سے اردو میں نعت گوئی کی روایت نئی نہیں بہت پرانی ہے، اتنی ہی پرانی جتنی کہ خود اردو شاعری۔ قدیم دکنی شعراء جن کا ابھی اوپر تفصیل سے ذکر ہوا ہے، ان سے لے کر آج تک اردو کا شاید ہی کوئی شاعر ہو جس نے نعتیہ اشعار نہ کہے ہوں، اس میں نہ مذہب و عقیدہ کی قید ہے نہ مسالک و مکاتیب کی۔ اردو شاعری کے ہر دور اور ہر موڑ پر نعتیہ شاعری پورے انہماک اور ذوق وشوق سے ہوتی رہی ہے۔ یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت و محبوبیت اور عظمت و رفعت کے ساتھ ان کی شخصیت کا اعجاز نہیں تو اور کیا ہے، اور پھر اسے ہم قرآن حکیم کی آیت ''ورفعنا لک ذکرك'' کی عملی تفسیر بھی کہہ سکتے ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری سے بارہویں صدی ہجری تک یعنی خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کی معراج العاشقین اور نظامی کی کدم راو پدم راو سے لے کر فدوی اور مفتوں تک دکن میں جتنی مثنویاں، قصیدے، مولود نامے اور معراج نامے لکھے گئے سب کے یہاں نعتیہ شاعری کے اعلیٰ نمونے موجود ہیں۔ جس کے تفصیلی تذکرے اور مثالوں کو پیش کرنے کی یہاں چنداں ضرورت نہیں، اس سلسلہ میں کئی نعتیہ تحقیقات موجود ہیں۔

ولی دکنی (م 1720ء) کی زبان یقیناً دکنی شعراء کی زبان ہے۔ مگر کافی منجھی ہوئی۔ کلام میں تصوف کا رنگ نمایاں ہے۔ ولی ایک مذہبی اور صوفی انسان تھے۔ آپ کے عاشقانہ اشعار خوب ہیں۔ ولی کے ایک نعتیہ قصیدے کا آغاز یوں ہوتا ہے:

عشق میں لازم ہے اول ذات کوں فانی کرے

ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے
یا محمد دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سیوں
خلق کوں لازم جس کوں تجھ پہ قربانی کرے
عارفاں بولیں گے جان و دل سوں لاکھوں آفریں
جب ولؔی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

ایک غزلیہ نعت کے چند اشعار دیکھیے:

آرزوئے چشمۂ کوثر نہیں
تشنہ لب ہوں شربت دیدار کا
کیا کہے تعریف دل ہے بے نظیر
حرف حرف اس مخزن اسرار کا
اے ولؔی ہونا سریجن پر نثار
مدعا ہے چشم گوہر بار کا

نعت نبویؐ کی طرف ولی دکنی کا میلان طبع اپنے ماحول کا فطری تقاضہ تھا۔ ان کے دیوان میں غزل، قصیدہ، مثنوی، مخمس اور مستزاد کی شکل میں نعتیں ملتی ہیں۔ ولی کی نعت اس لیے بھی کافی وقیع اور اہم ہیں کیوں کہ وہ معتدل اور افراط وتفریط کے اسقام سے پاک ہیں اور ان کے یہاں مضامین قرآن وحدیث بے حد نیازمندانہ طور پر نظم کیے گئے ہیں۔

سراج اورنگ آبادی (م 1764ء) کا زمانہ عبوری زمانہ تھا، اس میں قدیم رنگ کی شاعری ختم ہوئی اور نئے طرز کا آغاز ہوتا ہے۔ سراج کے یہاں رسمی نعتیں زیادہ ملتی ہیں۔ وہ اپنے نعتیہ کلام میں انتہائی سادگی اور روانی کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ اور

سیرت طیبہ نظم کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کی ایک مثنوی کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

رسول خدا سید مرسلیں
قیامت کے دن شافع المذنبیں
نبوت کی مسند کا ہے جانشیں
کیا جس نے تعظیم روح الامیں
شہہ انس و جاں سب کا مقبول ہے
نبوت کے گلزار کا پھول ہے
کہا عشق نے لولاک جس شان میں
شہنشاہ ہے ملک عرفان میں
سدا گمرہوں کا وہی رہنما
ہے خیر الوریٰ احمد مجتبیٰ
عجب ذات مقبول کونین ہے
کہ کونین کا قرۃ العین ہے

بارہویں صدی ہجری شمائل ناموں اور معراج ناموں کے لیے بہت مشہور ہے۔ عبدالحمید ترین اور محمد عثمان نے شمائل نامہ لکھے ہیں جن کی زبان بہت سلیس اور عام فہم ہے۔ معظم بیجاپوری، محمد ابن مجتبیٰ مہدی، سید بلاقی، لچھمن نرائن اورنگ آبادی اور شاہ ابوالحسن قربی کے پانچ معراج نامے قابل ذکر ہیں جو بیان کی ندرت کی وجہ سے زندہ جاوید رہیں گے۔ اس دور میں سیرت طیبہ کے باب میں دو نعتیہ ذخائر قابل ذکر ہیں۔ نوازش علی شیدا نے 1186ھ میں 'اعجاز احمدی' اور 1173ھ میں

'روضۃ الاظہار' لکھی جس میں رسول اکرمؐ کی مکمل حیات طیبہ نظم کی گئی ہے۔ دوسرا قابل ذکر نعتیہ ذخیرہ محمد باقر آگاہ کی تخلیق 'ہشت بہشت' ہے جس میں سیرت طیبہ اور اخلاق حسنہ کو نعمتوں میں محفوظ کیا گیا ہے۔ تیرہویں صدی ہجری میں دکنی شاعری کے افق پر کئی باکمال نعت گو شعرا طلوع ہوئے جن میں شیر محمد خاں ایمان، خواجہ فیاض الدین بندہ، خواجہ معین الدین شاہ موش، خواجہ عبداللہ خاں خیر، محمد حیات خاں میسوری اور شیخ محمود علی ناظم حیدرآبادی نے نعت میں مستقل تصانیف چھوڑی ہیں اور اس فن میں خاصی شہرت و اہمیت کے حامل ہیں۔

اسی طرح چودھویں صدی ہجری میں کئی نعت گو شعرا نمایاں ہوئے جن میں ایک عظیم الشان شخصیت اعظم علی شائق کی ہے، جن کی نعتیہ عطاؤں کو قبول عام اور شہرت دوام کی سند ملی۔ آپ نے اردو نعت کو گیت اور ٹھمری کے سہارے ہندوستانی رنگ دیا ہے۔

اردو شاعری میں جب ہم دبستان دکن کی بات کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ہمارا ذہن مہاراشٹرا، کرناٹک سے لے کر آندھرا اور تاملناڈو تک پورے جنوبی ہند کے خطۂ ارض میں ہونے والی شاعری کی طرف جاتا ہے اور یہ بالکل فطری ہے۔ مگر میں سردست ارض دکن سے مراد آزادی ہند سے پہلے کے حیدرآباد سے لیتا ہوں، جس میں مہاراشٹرا کا اورنگ آباد اور کرناٹک کا گلبرگہ، بیدر شامل ہے۔ شعرائے دکن کے مختلف ادوار سے بطور نمونہ دو چار نعت گو شعراء کا بھی ذکر کروں تو ان میں مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد حیدرآبادی کا نام نامی خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ جنہوں نے اس فن میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ آپ کی پیدائش 1864ء میں حیدرآباد میں ہوئی۔ شعر و سخن سے انہیں گہرا شغف تھا، اردو و فارسی دونوں زبانوں میں اشعار کہتے تھے۔ بقول رام بابو سکسینہ ان کی چالیس شعری تصانیف ہیں۔ 'بیاض شاد' غزلوں میں اور 'خم کدۂ رحمت' نعتوں پر مشتمل دو اردو دیوان ہیں۔ یوں تو ان کا سارا شعری سرمایہ ہی اسلامی اور اخلاقی و روحانی نظریے کے نور سے معمور ہے۔ کلام

میں صوفیانہ اور عارفانہ رنگ ہر جگہ موجود ہے۔ رسول کریم اور بزرگان دین سے انہیں بے شمار محبت و عقیدت رہی ہے، جس کا ثبوت ان کا مکمل نعتیہ دیوان 'خم کدۂ نعت' ہے۔ خلوص و محبت کی لافانی خوشبو سے معطر آپ کا نعتیہ کلام سادہ اور عام فہم ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

بلوائیں مجھے شاد جو سلطاں مدینہ
جاتے ہی میں ہوجاؤں گا قربان مدینہ
لے جاؤں میں ساتھ فقط عشق محمد
تحفہ ہے میرے پاس یہ شایان مدینہ
نشہ ہے وہ ان کو جو اترتا ہی نہیں ہے
توحید کی مئے پیتے ہیں مستانِ مدینہ
کیوں مری شفاعت میں بھلا دیر لگے گی
کیا مجھ کو نہیں جانتے سلطان مدینہ
مومن جو نہیں ہوں تو میں کافر بھی نہیں ہوں
اس رمز سے آگاہ ہیں سلطان مدینہ

سید احمد حسین امجد حیدر آباد 1856ء میں ایک خداترس صوفی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے تقریباً ایک درجن شعری مجموعے شائع ہوچکے ہیں۔ رباعیات امجد حصہ اول و دوم اردو ادب میں بہت زیادہ مقبول و مشہور ہوئے اور 'یہی آپ کی اصل شناخت ہیں۔ لیکن امجد حیدر آبادی کا شعری سرمایہ حمدیہ نعتیہ اور منقبتی کلام سے بھی آراستہ و پیراستہ ہے۔ آپ نعت گوئی کے فن سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا کوئی اسلوب اختیار نہیں کیا ہے، جس سے نعت اور حمد میں کوئی واضح فرق نہ رہ جائے۔ انہوں نے اس میں حد فاصل کا خصوصی خیال رکھا ہے، بقول خود امجد

حیدر آبادی:

میری زباں پہ نعت ہے، تیری زباں پہ حمد ہے
سبحانہٗ تیری صدا، صلِّ علیٰ میرا بیاں

امجد کے نعتیہ کلام میں فکر کی بلندی، خیال کی گہرائی اور جذبے کی تاثیر بدرجۂ اتم موجود ہے۔ انہوں نے حیات طیبہ کے مختلف واقعات کو بڑی خوش اسلوبی سے شاعرانہ پیکر عطا کیا ہے۔ نعتیہ مجموعہ 'نذر امجد' میں ہجرت نبوی کے حالات و واقعات، اہل مکہ کی فریاد اور اہل مدینہ کے انبساط کا ذکر بڑے خلوص و عقیدت، سوز و گداز، جذب و تاثیر اور جوش و جذبہ کے ساتھ کیا ہے۔ ایک نظم کے چند بند دیکھئے:

مدینہ کو جاتا ہے ماہ رسالت
ملا رب کعبہ سے خرمان ہجرت
اٹھائے ہے صدیق بار نبوت
صداقت کی آغوش میں ہے محبت
یہ نورٌ علیٰ نور کی شان دیکھو
صداقت کے پہلو میں ایمان دیکھو
شہنشاہ کونین نکلا جو گھر سے
دھواں سوز فرقت کا اٹھا جگر سے
زمین سے زماں سے شجر سے ہجر سے
اٹھا شور کعبہ کی دیوار و در سے
چلا تو کہاں رب کے گھر کے اجالے

نہ جا چھوڑ کر ہم کو ائے جانے والے
مدینہ میں رب آمد مصطفیٰ ہے
جدھر سنئے آواز صل علی ہے
مدینہ کا گلزار جنت بنا ہے
مبارک سلامت کا غل ہورہا ہے
شجر کہہ رہا ہے سلام علیکم
حجر کہہ رہا ہے سلام علیکم

دور جدید کے دکن میں شاذ تمکنت ایک اہم نام ہے، جن کے اسلوب و آہنگ میں تہہ داری، رمزیت و علامت کے ساتھ معنویت اور کوزہ میں دریا کو بھر دینے کی قوت موجود ہے اور اسلوب و آہنگ کی یہ انفرادیت ان کے نعتیہ سرمایہ میں بھی موجود ہے۔ شاذ تمکنت کی ایک نعتیہ نظم پیش خدمت ہے، جس میں شاعر بارگاہ نبوی میں حاضری، خاموشی اور تنہائی میں ملنے اور فریادیں پیش کرنے کی تمنا کرتا ہے۔ یہ پوری نعت اپنی تاثیر، شگفتگی اور بصیرت کے لیے لاجواب اور فکر وفن کا شاہکار ہے اور اسی لیے یہ نعت مکمل صورت میں یہاں پیش خدمت ہے۔

آپ اکیلے مل جائیں تو دامن تھام کے رولوں گا
دنیا جیسے ایک کھلونا ہر پہلو رنگین سلونا
عمر کٹی ہے سمجھانے میں اپنے آپ کو بہلانے میں
دفتر حسرت اپنے خدا کے آگے کیسے کھولوں گا
آپ اکیلے مل جائیں تو دامن تھام کے رولوں گا
جی غم سے ہے بوجھل بوجھل رات اندھیری گہری بادل

اپنے گناہوں کی ہے کہانی بہتے ہوئے اشکوں کی زبانی
سب کے آگے کیسے بولوں تنہائی میں بولوں گا
آپ اکیلے مل جائیں تو دامن تھام کے رولوں گا
بھیڑ بہت ہوگی تو کیا غم میرا مقدر دیدۂ پرنم
جب مہکے خوشبوئے بہاری جب اترے جلوے کی سواری
میں تو سراپا نادم نادم پیچھے پیچھے ہولوں گا
آپ اکیلے مل جائیں تو دامن تھام کے رولوں گا
کوئی کیا دے کوئی کیا لے حسن طلب کے ڈھنگ نرالے
کس سے مانگوں کیا کیا مانگوں دنیا مانگوں عقبیٰ مانگوں
آپ کے دست کرم سے لوں گا سوچ رکھا ہے خوب لوں گا
آپ اکیلے مل جائیں تو دامن تھام کے رولوں گا
کس سے پیا باندھ رہا ہوں خاک ہوں لیکن میں بھی کیا ہوں
کس کے ہجر کا غم سہتا ہوں میری سنو میں سچ کہتا ہوں
گاہک ہوں گے چاند اور سورج جب اشکوں کو تولوں گا
آپ اکیلے مل جائیں تو دامن تھام کے رو لوں گا
شاذؔ وطن میں بے وطن ہے آگے دیکھوں چھاؤں گھنی ہے
ہجر کا قصہ پاک کرو بھی دامن جاں اب چاک کرو بھی
عمر کی راہ آنکھوں میں کٹی ہے پل دو پل کو سو لوں گا
آپ اکیلے مل جائیں تو دامن تھام کے رو لوں گا

دور جدید میں دکن کے چند نعت گو شعرا کے نام منجملہ طور پر بھی لیے جائیں تو ان میں سلیمان اریب، عزیز قیسی، قاضی سلیم، بشر نواز، عوض سعید، شفیق فاطمہ شعریٰ، رفیعہ منظور الامین، خورشید احمد جامی، شاہ حسین نہری، مصحف اقبال توصیفی اور سلیمان اطہر جاوید وغیرہ کو ہم فراموش نہیں کر سکتے۔ اسی طرح علیم صبا نویدی اور مختار بدری دکن کے شعرا میں اگرچہ علاقہ تامل ناڈو سے تعلق رکھتے ہیں، مگر نعتیہ شاعری میں اپنی بے پناہ تخلیقی کاوشوں کی وجہ سے اپنی ایک منفرد شناخت رکھتے ہیں، بالخصوص جدید شعری ہیئتوں ہائیکو، ثلاثی اور نثری نظم کے فارم میں علیم نویدی نے نعتیہ شاعری کے کامیاب تجربے کیے ہیں۔

دور جدید میں دکن کی نعتیہ شاعری کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا ہے، اس کا ثبوت حیدرآباد میں منعقد ہونے والے وہ نعتیہ مشاعرے ہیں، جس میں پچاسوں شعراء شریک ہوتے ہیں اور اپنی نعتوں سے سامعین کو متاثر کرتے ہیں۔ بڑی تعداد میں ان شعراء کے نعتیہ دواوین و انتخابات شائع ہو رہے ہیں۔ خاص طور سے آج ادب اسلامی کی تحریک سے وابستہ شعراء کی آواز نے اسم محمدؐ کو نعرۂ نصرت میں بدل دیا ہے، ایسے چند شعرا میں مسعود جاوید ہاشمی، روف خیر، مضطر مجاز، ابوالفاروق شعور، طاہر گلشن آبادی، فاروق شکیل، ریاض تنہا اور ظفر فاروقی کا نام نامی نہایت اہم ہے۔ دکن میں اردو نعت گوئی کا موضوع نہایت عظیم بھی ہے اور قدیم بھی اور خاصہ وسیع و عریض بھی جس پر نہ صرف ایک مختصر مضمون بلکہ ضخیم تحقیقی مقالے کی ضرورت ہے۔ خدا کرے کہ کوئی جواں سال ریسرچ اسکالر آگے آئے اور یہ کارہائے نمایاں انجام دے اور ہم خرمہ و ہم ثواب کا مصداق بنے۔

☆☆☆

شعرائے بھٹکل کی نعتیہ شاعری

ریاست کرناٹک میں ساحل سمندر پر واقع شہر بھٹکل باغات سے سجا ہوا سر سبز و شاداب، پر رونق ایک چھوٹا سا شہر ہے، جسے تین طرف سے پہاڑیوں کی بلندیوں نے گھیر رکھا ہے۔ درمیان سے ایک ندی بہتی ہے اور چوتھی طرف سمندر (بحر عرب) اپنی وسعتوں، گہرائیوں اور گیرائیوں کے ساتھ ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ پوری وادی میں ناریل اور سپاری کے درختوں نے اس شہر کو اس طرح اپنی آغوش میں لے رکھا ہے کہ دور سے دیکھنے والوں کو سوائے درختوں کے سروں کے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اس الف لیلوی بستی میں رہنے والے مسلمانوں کو ''اہل نوائط'' کہا جاتا ہے۔ یہاں کی مقامی زبان نوائطی ہے جو اردو سے بالکل مختلف ہے لیکن اردو رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ یہاں اردو ادب کی کوئی قدیم روایت تو نہیں ملتی تاہم موجودہ شعری و ادبی ماحول یقیناً امید افزا ہے اور اہل علم کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔

بھٹکل میں اردو نظم و نثر کا ایسا ماحول ہے جو پورے ضلع شمالی کینرا کے کسی بھی شہر میں وہاں کی مادری زبان اردو ہونے کے باوجود نہیں پایا جاتا ہے۔ یہاں جتنے قلم کار اور اردو کے فنکار پائے جاتے ہیں، کاروار سے لیکر منگلور تک کہیں نہیں پائے جاتے۔ یہ بات یہاں نوٹ کرنے کے لایق ہے کہ ان کی مادری زبان نوائطی میں بھی تخلیقی کام مسلسل ہو رہا ہے لیکن اس کے باوجود اردو سے بے اعتنائی کا رجحان ہرگز نہیں پایا جاتا۔ ماضی میں یہاں جو لٹریچر تخلیق ہوا وہ زیادہ تر نوائطی زبان ہی میں تھا۔ مگر گزشتہ کچھ دہائیوں سے یہاں اردو کے فروغ کا بڑا مثبت کام ہوا ہے۔ اس میں ایک

طرف مقامی آبادی کا جذب وشوق ہے تو دوسری طرف درس وتدریس کے لیے ملک کے دیگر اردو علاقوں سے یہاں تشریف لانے والے اساتذہ اور علمائے کرام کا بڑا حصہ رہا ہے۔اہل بھٹکل کی تخلیقات میں دینی رجحان اور اخلاقی اقدار کی جھلکیاں صاف نظر آتی ہیں۔دوسرے الفاظ میں یہاں کا لٹریچر فکری وفنی دونوں سطح پر ادب اسلامی کی مکمل نمائندگی کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔واقعہ یہ ہے کہ شعرائے بھٹکل کا کلام اپنے شعری محاسن ،فنی خصوصیات ، بے ساختگی ،شگفتگی اور سادگی کے لیے لایق تحسین ہے۔کبھی کبھی تو واقعی بڑی حیرت اور مسرت ہوتی ہے کہ مراکز اردو سے دور ہونے کے باوجود تخلیقی اور فنی سطح پر بعض چیزیں یہاں بڑے معرکے کی وجود میں آئی ہیں۔

نعت گوئی کے زاویے سے دیکھا جائے تو ایک بات اٹل ہے کہ دنیا جہان میں جہاں کہیں بھی شمعِ رسالت کے پروانے ہیں وہاں نعت گوئی کی روایت موجود ہے۔اس لیے نعت گوئی کو کسی خاص علاقہ اور طبقہ تک محدود نہیں کیا جاسکتا لیکن فکر وفن پر علاقائی اور طبقاتی اثرات سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا،اس لیے اس قسم کے جائزے کی گنجائش ضرور نکلتی ہے۔اس پس منظر میں جب نعت گوئی کے حوالے سے شعرائے بھٹکل کا جائزہ لیا جائے گا تو ندرت وسلاست کے ساتھ۔یہاں فکری طہارت،عقیدے کی پختگی اور توحید ورسالت کے مراتب کا پورا پورا اہتمام بھی نظر آئے گا اور حضور خاتم المرسلین ﷺ سے والہانہ عشق اور اظہار عقیدت کا وجدان بھی موجزن ملے گا۔بھٹکل میں نعت کے تمام معروف رویے برتے جارہے ہیں۔نعت کا قدیم رویہ جس میں توصیفِ جمالِ مصطفیٰ کا غلبہ ہے،رسمی اور غیر رسمی رویے، حالیؔ واقبالؔ کے عہد کا رویہ جس میں نعت سیرت نگاری اور تبلیغ ودعوت اسلامی کی ترجمان ہے۔اس کے علاوہ ہیئت کے اعتبار سے غزل ،قصیدہ ، رباعی ،قطعہ، پابند اور آزاد نظم کی جدید وقدیم صورتیں سب کچھ مل جاتی ہیں تاہم زیادہ تر غزل ہی کی صورت مروج ہے۔البتہ اس کوچۂ عشق میں پختہ فکر اہل فن کے ساتھ آپ کو نو وارد فنکار بھی نظر آئیں گے۔

بھٹکل میں اردو شاعری کو باقاعدہ فن کی صورت میں اپنانے اور اسے رواج دینے کا سہرا یہاں کے بزرگ اور استاد شاعر ڈاکٹر محمد حسین فطرتؔ مرحوم کے سر جاتا ہے جن کے آگے زانوئے ادب تہہ کر کے نوجوان فنکاروں کی پوری ایک ٹیم تیار ہوگئی۔یہاں کے تقریباً ہر فنکار نے کسی نہ کسی مرحلے پر فطرتؔ صاحب سے فکری وفنی فیض اٹھایا ہے۔یہ الگ بات ہے کہ کچھ استاد ہی کے رنگ میں رنگ گئے اور کچھ نے اپنی الگ شناخت بنانے میں کامیابی حاصل کی۔نعت گوئی کے میدان میں روایتی انداز اور مضامین کے برخلاف مولانا حالی کے ذریعے شروع کیے گئے نئے رجحانات اور انقلابی روش کا اثر جب پورے برصغیر بلکہ پوری اردو دنیا پر ہو چکا تھا تو پھر بھٹکل کے شعراء اس میں کیسے پیچھے رہتے۔لہذا فطرتؔ صاحب نے نعت گوئی میں بھی بڑے ہی پاک اور معتدل رجحانات کو فروغ دیا۔جس کا لازمی اثر ان کے ہم عصروں پر ہونا طے تھا۔ڈاکٹر فطرتؔ بھٹکلی اپنی نعت گوئی کے تعلق سے کہتے ہیں:

سجا کر خوشنما لفظوں کے گوہر،نعت لکھتا ہوں
میں باغ خلد کے پھولوں کو چن کر نعت لکھتا ہوں
بہ وقت نعت گوئی یوں مجھے محسوس ہوتا ہے
قلم تسنیم وکوثر میں ڈبو کر نعت لکھتا ہوں

اور پھر حضور اکرم ﷺ کے مشن اور آپؐ کے اصل کارنامہ کی تصویر یوں کھینچتے ہیں:

کفر وشرک کی تاریکی میں وحدت کا اعلان کیا
جادۂ حق میں ہر دکھ سہہ کر ابلاغِ قرآن کیا
رحمت عالمؐ آپ نے جاری رحمت کا فیضان کیا
خون کے پیاسوں کو بھی نوازا دشمن پر احسان کیا

بھٹکل کے ایک بڑے ہی خوش گلو شاعر جناب عبدالرحیم ارشاد سابق مدیر ''نقش نوائط'' نے حالانکہ اردو میں کچھ زیادہ نہیں کہا مگر ذیل کے چند نعتیہ اشعار سے ان کی فکری نہج کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ کریں:

نعت بنتی نہیں الفاظ کے سلجھانے سے
اپنے کردار کو سلجھاؤ تو پھر نعت بنے
دادو تحسین سے بنتی نہیں ہے نعت کی بات
قلب کو کشف سے گرماؤ تو پھر نعت بنے

کوثر جعفری مرحوم نے نعت گوئی میں بڑا نام کمایا۔ وہ بھٹکل کے پہلے شاعر ہیں جن کا نعتیہ مجموعہ ''اوجِ سخن'' شائع ہوا اور اسے اربابِ علم و دانش میں بڑی پذیرائی نصیب ہوئی۔ حب نبیؐ سے سرشار ان کا کلام، ان کی شخصی و عملی زندگی کا آئینہ دار تھا۔ چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

محبت میں نہیں اندیشۂ سود و زیاں مجھ کو
کہ بخشا ہے نبی کے عشق نے سوز نہاں مجھ کو
محمدؐ کے اصولوں پر جو قائم ہو نظام اپنا
ادھورا رہ نہیں سکتا جہاں میں کوئی کام اپنا

حضور اکرم ﷺ کی مدح و ثنا کوثر جعفری کے لیے وجہ سکون بھی تھی اور حیات جاوداں کا سبق بھی۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

دل کو قرار مل گیا اور روح کو سکوں
کوثر کرشمہ دیکھیے نعت حضورؐ کا

مجھ کو ذکر شہ ابرار سے ملتا ہے سکوں
خوف لغزش سے مگر دل مرا تھراتا ہے

سید اسماعیل برماور عرف حسرت بھٹکلی کا شمار بھٹکل کے باکمال فنکاروں میں ہوتا ہے۔ آپ نے بڑی ہی بامقصد نعتیں کہی ہیں، جن میں سے کچھ ان کے مجموعۂ کلام ''ستاروں سے آگے'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں:

باغ جہاں میں آپؐ کا فیضان عام ہے
مہکے ہوئے گلاب کی تاثیر آپؐ ہیں
قربان جاؤں آپ کے خلق عظیم پر
فوز و فلاح و خیر کی تصویر آپ ہیں

سید اشرف برماور مرحوم کو شاعری کا ذوق ورثے میں ملا ہے۔ بچپن ہی سے طبیعت شاعری کی طرف مائل رہی ہے۔ اسلامی لٹریچر کے مطالعے نے آپ کو شعر و شاعری کے لیے ٹھوس اسلامی فکر فراہم کی ہے۔ آپ کی نعتیں اپنے منفرد لب و لہجے کے لیے معروف ہیں۔ چند اشعار دیکھیے:

جان کے دشمن ہی خود اس کے محافظ ہوگئے
خار کی فطرت کو بدلا ایک وہ تنہا گلاب
دہر میں اشرف رہے گی تا ابد اس کی مہک
وہ گلستان جہاں کا آخری ٹھہرا گلاب

بھٹکل کے استاد شعراء میں سید عبدالرحمٰن باطن مرحوم کا اپنا ایک خاص مقام و مرتبہ ہے۔

نعت گوئی میں فکری طہارت اور فنی مہارت کے ساتھ جذب وسرور اور رسول اکرم ﷺ سے بے پایاں عشق ان کے کلام کا خاصہ ہے۔ کہتے ہیں:

تم تھے امی مگر اللہ کی رحمت یہ ہے
تم پہ نازل ہوا قرآن رسول عربیؐ
زیر دستوں کا، یتیموں کا، غریبوں کا نبیؐ
دشمنوں پر بھی مہربان رسول عربیؐ

ظفر علی معلّم مرحوم کا شعری وادبی ذوق زمانۂ طالب علمی ہی سے رہا ہے۔ آپ کی شعری تخلیقات تواتر سے شائع ہوتی رہی ہیں مگر مشاعروں میں شرکت سے اکثر وبیشتر گریز کرتے تھے۔ آپ نے بہت ہی خوب صورت اور کامیاب نعتیں بھی لکھی ہیں جس میں جذبات کی پاکیزگی، فکر وخیال کی لطافت اور بصیرت افروز کیف وسرور پایا جاتا ہے:

محمد مصطفیٰ کی بات کیا ہے — خدا کے ہیں وہ اور ان کا خدا ہے
مجسم خیر ہے جو ذات والا — وہی خیر البشر، خیر الورا ہے
ظفؔر لاتقنطوا پر رکھیے ایماں — شفیع المذنبیں کا آسرا ہے

ظفر علی معلم کے بڑے بھائی محمد حسن معلم مرحوم بھی بڑے کہنہ مشق شاعر تھے۔ ظفر صاحب نے آپ کے بکھرے ہوئے کلام کو ترتیب وتدوین کے بعد ''افکار معلم'' کے نام سے شائع کیا۔

کہتے ہیں کہ آپ بڑے سادہ مزاج اور قلندر صفت انسان تھے اور ان کی یہ خوبیاں ان کے کلام اور مجموعۂ کلام دونوں ہی سے نمایاں ہے۔ ''محبوب یزداں'' کے عنوان سے ان کی ایک طویل نعتیہ نظم اس مجموعے میں ملتی ہے، جس کا ایک بند ملاحظہ کیجئے:

نور سے ان کے جہاں کا ذرہ ذرہ طور ہے
ان کا ہر دیوانہ ان کے عشق میں مسرور ہے
ذوق سرمد بادۂ دیدار سے مخمور ہے
فقر تبریزی میں پنہاں حشمت فغفور ہے
کب انا الحق کی حقیقت چشم سے مستور ہے
جب حدیث من رآنی بر لب منصور ہے

ان شعراء کے علاوہ مرحومین میں شیخ محمود خیال، محمد علی قمر، محمد تقی مضطر، محمد علی پرؔواز، صلاح الدین کوبٹے، عبد اللہ رفیق، سلیم نازشؔ اور علی باشا بسمؔل نے بھی نعت گوئی پر خاطر خواہ توجہ دی ہے۔ ان کے علاوہ موجودہ دور میں سید ابوبکر مالکی، پیام سعیدی، اقبال سعیدی، رحمت اللہ راہؔی، نعمان اکرمی، مصطفیٰ تابشؔ، صادق نوید، عبد الرحیم وفاؔ، سہیل عرشی، اسحٰق حسّان، ایمن فردوسی، حنیف شاہ شبنم وغیرہ بھی اچھی نعتیہ شاعری کر رہے ہیں۔ شاعرات میں فرزانہ فرحؔ، صباح نکہتؔ اور شبانہ تمکیںؔ وغیرہ نے بھی صنف نعت میں طبع آزمائی کی ہے۔

عبد العلیم شاہین، بھٹکل کے ادبی افق پر چمکنے والے ایک ایسے روشن ستارہ ہیں، جنہوں نے اپنی بامقصد شاعری اور لب ولہجے کی ندرت کی وجہ سے ایک مستند اور معتبر شاعر کا مقام حاصل کیا ہے۔ اس کے باوجود وہ نہ ستائش کی تمنا، نہ صلے کی پرواہ کرتے ہوئے ایک صوفیانہ زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے دو نعتیہ اشعار ملاحظہ کیجئے:

بلا کر پاس اپنے حق نے جس سے ہمکلامی کی
وہ کیسی ذات ہوگی، کیا ہی اس کا مرتبہ ہوگا
جسے دولت سے رغبت ہے، نہ حسرت جاہ ومنصب کی

وہ رو روکر خدا سے رات بھر کیا مانگتا ہوگا

ڈاکٹر محمد حنیف شبابؔ جدید لب ولہجہ کے ممتاز شاعر ہیں۔ان کی پابند نعتوں کے ساتھ آزاد نظم کے پیرائے میں کہی گئی بعض نعتیں بہت مقبول ہوئی ہیں۔ان کی ایک نعتیہ نظم ''حرا کا سورج'' کو کافی سراہا گیا ہے۔یہ ایک طویل لیکن نہایت خوب صورت نعتیہ نظم ہے۔یہ سورج کبھی غروب نہیں ہوتا،صرف روپ بدلتا ہے، شام کے بعد ماہ وانجم حتیٰ کہ جگنو میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔روشنی ایک بنیادی استعارہ ہے۔شبابؔ اس تاریک پسند ظلمت آشنا ماحول کو نور کا یہ پیغام دیتے ہیں:

اندھیری شب کی مہیب چادر
زمانہ اوڑھے جو سو رہا تھا
حرا سے ابھرا
ہدیٰ کا سورج
چراغ باطل کے ٹمٹمائے
بتان طاغوت تلملائے
لڑکھڑائے
جڑوں سے اپنے اکھڑ گئے اور
منہ کے بل وہ زمیں پہ آئے
حرا کا سورج زمیں کو اپنے سفید ہالے میں لے رہا تھا
آسماں سے
سارے عالم پہ نور جیسے برس رہا تھا۔

اور اب نظم کا آخری حصہ دیکھئے:

حرا کے سورج میں وہ چمک ہے
زمیں کے ذرے بھی
ماہ وانجم کو چھو رہے ہیں
عطا ہے اس کی
اندھیری شب کے مسافروں نے
منزلوں کا سراغ پایا
ہزاروں لاکھوں درود اس پر
سلام اس پر

ڈاکٹر حنیف شباب کی نعتیں جذبے کی سچائی،خلوص اور اثر آفرینی کی بدولت دل میں اتر جاتی ہیں۔ان کی ہر نعت جذبۂ عشق رسول ؐ کا مظہر ہے۔مزید برآں اسلوب کی تازگی،ان کی نعتوں کا امتیازی وصف ہے۔

بھٹکل کی ادبی دنیا میں بالکل تازہ کار اور نو وارد فنکار رسید سالکؔ برماور ندوی کی خوبی یہ ہے کہ اٹکھیلیاں کرنے کی عمر میں ہی وہ سنجیدہ ذہن کے مالک بن گئے۔شاعری ویسے بھی سنجیدگی کا عمل ہے۔اگر کوئی شخص ابتدائی عمر ہی میں مقصدی زندگی،متبرک شاعری اور نعت رسول ﷺ کو اپنا مدعا اور منشا سمجھ لے تو اس سے بڑی سعادت اور نیک نامی اور کیا ہوگی۔ان کی نعت کا رنگ ملاحظہ کیجیے:

قسمت کے ہم اچھے تھے وہ نقش کف پا کام آیا
دور تلک گھنگھور اندھیرا،کل بھی تھا اور آج بھی ہے

گیسو ورخ کی سچی باتیں راحت جاں دیوانوں کو
نعت نبیؐ رحمت کا ذریعہ ،کل بھی تھااور آج بھی ہے

مختصر یہ کہ بھٹکل کی نعتیہ شاعری کا یہ ایک اجمالی خاکہ تھا،جس میں نعت گوئی کے حوالے سے فروغ پارہے رجحانات کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔تفصیلی مطالعے کے لیےاس موضوع پر میری کتاب سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

شعرائے بہار کی نعتیہ شاعری

بہار میں اردو زبان وادب اور شعر وسخن کی تاریخ عروج وزوال اور نشیب وفراز کی مختلف منزلیں طے کرنے کے بعد آج ایک ایسے دور سے گزر رہی ہے، جو اپنے اثر ورسوخ، رنگارنگی، رونق افروزی اور ہنگامہ خیزی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔تاریخ کے ہر دور میں یہاں کی خاک سے ایسے ادبا وشعرا،صوفیا وعلما اور مفکرین ودانشور پیدا ہوئے جنھوں نے اپنی فکر ونظر کی تابندگی اور جہد وعمل کی روشنی سے نہ صرف سرزمین بہار بلکہ پورے ملک کو منور کیا۔خصوصاً بیسویں صدی کے آغاز ہی سے میدان علم وادب اور تحقیق وتنقید میں صاحب بصیرت اہل قلم کا ایک قافلہ متحرک نظر آتا ہے، جس نے مختلف اصناف ادب پر اپنی کامیاب طبع آزمائی اور خداداد صلاحیتوں سے ایک عالم کو متاثر کیا ہے۔

ملک کے دوسرے علاقوں کی طرح بہار میں بھی اردو زبان کی ابتدائی نشو ونما اور ترویج و ترقی صوفیائے کرام کی کوششوں کی مرہون منت رہی ہے۔جن کی آمد یہاں چھٹی صدی اور ساتویں صدی ہجری ہی سے شروع ہو چکی تھی۔اردو زبان وادب کی خدمت وتخلیق میں بہار بھی اس وقت سے سرگرم عمل ہے جب کہ دکن میں قطب شاہی اور عادل شاہی دارالحکومتیں اردو کا مرکز تھیں۔عبد القادر بیدل، ملا محمد علیم تحقیق، غلام نقش بند سجاد، شاہ الفت حسین فریاد اور عماد الدین عماد جیسے شعرا داد سخن دے رہے تھے۔آج بہار یا عظیم آباد ایک معتبر ادبی دبستان ہے۔بہار میں اردو کی نعتیہ شاعری بھی اپنی پوری آن بان، دل آویزی اور اثر پذیری کے ساتھ موجود نظر آتی ہے۔

جس طرح اردو شاعری کے آغاز کے ساتھ ہی اردو نعت کا بھی آغاز وارتقا شروع ہو گیا تھا۔ ٹھیک اسی طرح ہمیں صوبہ بہار میں بھی نعت کا سراغ ابتدائے شاعری کے ساتھ ہی ملنے لگتا ہے۔ یہاں بارہویں صدی ہجری کے نصف آخر سے ہی نعتیں لکھی جانے لگیں۔ یہ اٹھارہویں صدی عیسوی کا وہ ابتدائی زمانہ ہے جو دراصل میر، سودا اور درد کا دور ہے۔ بہار میں اردو کی نعتیہ شاعری کی اولیت کا تاج حضرت شاہ وحید الحق ابدالی قادری پھلواری کے سر ہے، جو سودا کے ہم عصر تھے، جن کی تاریخ ولادت ۱۱۲۴ھ اور تاریخ وفات ۱۲۰۰ھ ہے۔ آپ کا باضابطہ نعتیہ کلام دستیاب ہوا ہے، جو عشق وعقیدت کے نور سے منور ہے۔ اس دور کے دیگر شعرا میں حضرت شاہ آیت اللہ جوہری پھلواروی، حضرت شاہ رکن الدین عشق، میر محمد حیات حسرت عظیم آبادی، محمد روشن جوشش عظیم آبادی، مرزا محمد علی فدوی، شیخ غلام علی راسخ عظیم آبادی، مہاراجہ کلیان سنگھ عاشق اور حضرت بی بی روشن پھلواری خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ یہ شعرائے متقدمین ہیں، ظاہر ہے اس دور میں نعت گو شعرا کی تعداد اور ان کا نعتیہ سرمایہ دونوں ہی محدود دائرے میں ہے۔ ان شعرا کی نعتوں میں قدامت کا رنگ غالب ہے اور فکر وفلسفے کی کمی کا بھی احساس ہوتا ہے، لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے ہی نعت گوئی کی طرف خصوصی توجہ دی اور اسے فروغ بخشا۔ ان کی ابتدائی کوششیں یقیناً دوسرے اور تیسرے دور میں برگ وبار لائیں اور ان کا نعتیہ کلام مستقبل کے شعرا کے لیے مشعل راہ ثابت ہوا۔ بہار میں نعتیہ شاعری کا دوسرا دور دراصل دور متوسطین ہے اور اردو نعت کے فروغ وارتقا کے لحاظ سے یہ عہدِ زریں ہے۔ اس دور میں بہت سارے شعرا پیدا ہوئے جنھیں اس فن میں پوری قدرت ومہارت کے ساتھ ساتھ قادرالکلامی بھی حاصل ہے۔

اب میں انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں پیدا ہونے والے چند نعت گو شعرا کا ذکر ذرا تفصیل سے کرنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں صوبہ بہار کے ایک مردم خیز خطہ پھلواری شریف کا ذکر

ضروری ہے، جہاں علما وصوفیا، اور ادبا وشعرا ہر دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ مشائخین پھلواری کے نعت گو شعرا میں حضرت وحید الحق ابدال قادری پھلواروی اور حضرت شاہ آیت اللہ جوہری پھلواروی کا سرسری ذکر اوپر آ چکا ہے۔ تاج العارفین حضرت شاہ مجیب اللہ قادری علیہ الرحمہ کے چھوٹے صاحبزادے اور جانشیں مولانا شاہ ابوالحسن فرد پھلواروی تھے، جن کا دیوان دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور شائع ہو چکا ہے، آپ کی متعدد نعتیہ غزلیں محفل سماع کی بدولت بار بار پڑھی جاتی ہیں اور مجلس کو گرماتی ہیں۔ فرد الاولیا حضرت شاہ ابوالحسن فرد سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ پھلواری کے خلف الرشید حضرت شاہ محمد علی حبیب نصر پھلواروی کے ذکر کے بغیر بہار کی نعتیہ شاعری کا کوئی تذکرہ مکمل نہیں ہوسکتا۔ حضرت نصر کو شعر وسخن میں کافی دست رس اور مہارت تھی۔ دیوان معجز بیان آپ کا اہم اور بیش بہا شعری سرمایہ ہے اور یہ آپ کے فارسی کلام پر مشتمل ہے، مگر آپ اردو میں بھی فکر فرماتے تھے، اردو نعت میں بھی آپ کا اہم حصہ ہے، حدیث شریف سے آپ کو گہرا شغف تھا، آپ کا نعتیہ کلام میں خلوص وعقیدت کی گہری پرچھائیں کے ساتھ ساتھ آیات قرآن وحدیث کا آئینہ بھی ہے۔ آپ کو موضوع کے ساتھ ساتھ زبان وبیان پر بھی پوری قدرت حاصل تھی۔ ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

رہا دل میں میرے خیال محمد
خدا مجھ کو دیوے وصال محمد
الٰہی یہ آنکھیں مری کام آویں
کہ دیکھوں میں اس سے جمال محمد
رسولوں کا سردار حق نے بنایا
نہ پایا کسی نے کمال محمد

جہاں میں نہ ایسا ہوا ہے نہ ہوگا
نہیں ہے جہاں میں مثال محمد
غلامی میں ہو رتبۂ نصر ایسا
کہے خلق اس کو بلال محمد

حضرت سید شاہ عطا حسین فانی گیاوی کو شعر وسخن سے فطری لگاؤ تھا، تصوف سے گہرا شغف ہونے کی وجہ سے آپ کا کلام حق ومعرفت کے نور سے منور ہے۔ آپ کا نعتیہ کلام سادہ بیانی کا مظہر اور حسن ودل کشی کا آئینہ دار ہے۔ چند اشعار دیکھیے:

ہے ثنائے ذات پاک کبریا
عین نعت حضرت خیرالوریٰ
نعت پاک شافع روز جزا
عین ہے حمد و ثنا رب العلا
کیا لکھوں نعت نبی خیر البشر
جس کسی نے ہے لکھا پر مختصر
سارے دریا روشنائی ہوں اگر
اور بن جائیں قلم کے سارے شجر
مثل صفحہ ہو اگر ساتوں فلک
مستعد لکھنے پر ہوتے سب ملک
حمد حق نعت نبی خیر الانام
تو بھی ہو تحریر سے وہ ناتمام

حضرت شاہ فرزند علی صوفی منیری کی شخصیت محتاج تعارف نہیں خواہ وہ بزم شعر وادب ہو یا محفل تصوف۔ نثر ونظم دونوں میں آپ کو کامل دست گاہ حاصل تھی۔ شعر وسخن کی طرف چوں کہ آپ کا فطری رجحان تھا، اس لیے آپ کے کلام میں جذبات کی شدت وگہرائی اور آمد کی کیفیت ہے۔ غالب کے شاگردوں میں آپ کی شخصیت بہت نمایاں ہے۔ کشش عشق، روش عشق اور۔۔۔۔۔۔ الحمد۔ یہ تینوں اردو کی مثنویاں ہیں۔ آپ نے بارگاہ نبوی میں کس قدر عشق و ارادت کی خوشبو سے معطر گل ہائے عقیدت پیش کیے ہیں۔ ایک مثنوی میں آپ نے محبوب خدا رسول کریم ﷺ کے سراپائے مبارک کی تصویر کشی بڑی ہی سادگی، دل کشی اور فنی چابک دستی سے کرتے ہیں۔ چند اشعار دیکھیے:

نور حق جلوہ رب شان الہٰ
ہے تو بندہ مگر اللہ اللہ
حق پر حق کی عنایت ہے وہ
بخدا شان ہدایت ہے وہ
کیوں نہ حق بخشے گناہ امت
جب وہ ہو پشت پناہ امت
آیۂ رحمت رب ہے یہ رسول
جس کا ہے شان میں امت کی نزول
آئے جب نور نبوت لے کر
ہاتھ میں شمع ہدایت لے کر
کر دیا خلق خدا کو ا ؟ گاہ

کہ ہے یہ کعبۂ مقصود کی راہ
خلق پر نور رسالت چمکا
اختر طالع امت چمکا

حضرت شاہ محمد اکبر داناپوری، ایک بلند پایہ نعت نگار ہیں۔فن نعت گوئی میں انھیں پوری قدرت اور مہارت حاصل ہے۔رسالت مآب کی عظمت و رفعت کا صحیح علم و عرفان ہے۔آپ کا دل عشق رسول کے جذبے سے سرشار تھا۔رسول کریم ﷺ سے اپنی والہانہ عقیدت و محبت کا اظہار یوں کرتے ہیں:

دل عشق محمد سے ہے روشن مرا اکبر
پہنچا ہے مجھے فیض اویس قرنی کا

اسی لیے آپ کی نعتوں کا ہر شعر عشق محمدی کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔بہ طور مثال چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

زبان حق نے کی حضرت کی تعریف
مقدس نعت یہ ہے مصطفیٰ کی
کتاب النعت ہے قرآن کا نام
اسی میں ہے صفت خیر الوریٰ کی
یہ ہے مجموعۂ نعت محمد
صفت ہے جا بجا شاہ ہدیٰ کی

سید علی محمد شاد عظیم آبادی کا نام اردو شاعری کے افق پر سنہرے حرفوں میں درج ہے۔یوں تو آپ نے مختلف اصناف سخن پر طبع آزمائی کر کے اپنی قادر الکلامی کا واضح ثبوت پیش کیا ہے۔علاوہ ازیں نعت شریف جیسی لطیف و نازک صنف سخن پر بھی اپنا زور قلم صرف کر کے فنی لیاقت وصلاحیت کا

مظاہرہ کیا ہے۔اس سلسلے میں ان کی کتاب 'ظہور رحمت' جو کہ فن میلاد النبی سے متعلق ہے، اہل علم و فن میں بہت مشہور و مقبول ہے۔مسدس کے فارم میں یہ ایک کامیاب نعتیہ نظم ہے۔آغاز سخن سے لے کر انجام تک کے سارے واقعات کو تسلسل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ایک ابتدائی بند پیش خدمت ہے:

دیباچۂ سخن ہے شہ انبیا کی مدح
محبوب ہے دلوں کو حبیب خدا کی مدح
طغرائے لوح عشق ہے خیر الوریٰ کی مدح
اسلام کا نشان ہے اس پیشوا کی مدح
نعت رسول حق ہے ہماری سرشت میں
امت پہ اس کا راز کھلے گا بہشت میں

اس دور کے اکثر شعرا نے دیگر اصناف سخن پر کامیاب طبع آزمائی کے ساتھ نعت گوئی کے میدان میں بھی نہایت خلوص و محبت، ذوق و شوق اور والہانہ وارفتگی کے ساتھ قدم رکھا ہے۔ان میں خضر بلگرامی، شفق عماد پوری، شوق نیموی، عرش گیاوی، عرفان اسلام پوری وغیرہ ایسے شعرا ہیں جنھوں نے بارگاہ نبوی میں کافی جوش و مستی کے عالم میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی جہاں ایک صاحب اسلوب ادیب، ایک مورخ اور محقق تھے۔وہیں وہ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ان کی شاعری کا حسن ان کی نثر نگاری اور انشا پردازی کے ڈھیر میں دب کر ماند پڑ گیا۔حالاں کہ وہ شعر و سخن کے فن کی طرف پوری لگن، محنت اور دلچسپی کے ساتھ مائل رہے۔یہاں تک کہ ان کا ایک شعری مجموعہ بھی 'ارمغان سلیمان' کے نام سے شائع ہوا۔آپ کے کلام میں تنوع ہے اور تصوف و معرفت کا رنگ گہرا ہے۔آپ کی نعتیہ غزلیں سادہ و سلیس اور فنی محاسن سے مزین ہیں۔ چناں چہ کہتے ہیں:

آہستہ قدم، نیچی نگہ، پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روح رسول عربی ہے
اے زائر بیت نبوی یاد رہے یہ
بے قاعدہ یاں جنبش لب بے ادبی ہے

ایک جگہ شاعر فنافی الرسول کی منزل پر پہنچ کر مدح خواں نظر آتا ہے:

لو لاک لما عنوان ترا، فرمان خدا، فرمان ترا
پیغام خدا فرمان ترا، ایمان خدا ایمان ترا
اے شاہ مدینہ در پہ ترے ہیں آج بھکاری بن کے کھڑے
لائق تو نہیں احسان کے ہیں پھر بھی جو ملے احسان ترا

حضرت سید محی الدین تمنا عمادی پھلواری شعر وادب کے میدان میں ممتاز ومنفرد مقام کے حامل رہے ہیں۔ نعت گوئی کے فن میں آپ کے کمالات کی وجہ سے آپ کو حسان الہند کے لقب سے نوازا گیا۔ بلاشبہ آپ کی نعتیں اپنے موضوعات میں جس قدر وسعت وتنوع رکھتی ہیں، اسی قدر اسلوب بیان میں بھی دل کشی ورعنائی اور تنوع پایا جاتا ہے۔ کہیں آپ نے اپنے نعتیہ کلام میں رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے عشق ومحبت اور خلوص و ارادت کا اظہار کیا ہے، تو کبھی دربار نبوی میں امت کا حال زار بیان کرتے ہوئے فریاد وفغاں لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ بہ طور نمونہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

اے خوش نصیب لوگو یثرب کے جانے والو!
عیش ابد کمالو، رنج سفر اٹھا لو
اس بد نصیب کی ہے اک عرض سنتے جاؤ
کہتا ہے چشم تر سے سیروں لہو بہا کر

ہو روضۂ نبی پر جب حاضری تمھاری
کہنا بہت ادب سے جالی کے پاس جا کر
سرکار نیند کب تلک للہ جلد اٹھیے
امت کا دم رکا ہے گویا لبوں پر آکر
محشر بپا ہے اٹھیے اے شمع بزم محشر
امت کے پر رکھیے دست کرم اب آکر
بگڑی ہے بات ایسی بنتی نہیں بنائے
بیٹھے ہیں آپ ہی سے سب آسرا لگا کر
اور اک غریب جس کو کہتے ہیں سب تمنّا
آنے کے وقت ہم نے دیکھا جو اس کو جا کر
طیبہ کی سمت رخ تھا اشک آنکھوں سے رواں تھے
بے چارہ کہہ رہا تھا یوں ہاتھ اٹھا اٹھا کر
تا در جہاں خوبی امروز کا مگاری
باشد کہ سید لاں را کا مے ز لب براری

سید محمد عباس سریر کاوری، صوبہ بہار کے ایک مردم خیز قصبہ کاور ضلع گیا میں پیدا ہوئے۔ شاعری کا ذوق انھیں ورثے میں حاصل ہوا تھا، ان کے والد میر رستم علی فارسی واردو کے اچھے شاعر تھے۔ ان کا ایک سو ساٹھ بندوں کا غیر منقوط مرثیہ ان کی قادر الکلامی کا بین ثبوت ہے۔ حضرت سریر کامری کو 'بلبل بہار' کہا گیا ہے۔ وہ ایک خوش فکر، خوش بیان اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ فن نعت گوئی کی طرف سریر کاوری نے خصوصی توجہ دی ہے۔ اور اس صنف میں ایک امتیازی مقام حاصل کیا ہے۔ انھوں نے رسول کریمؐ کی سیرت پاک کے مختلف پہلو پر اپنی نعتوں میں بڑی ہی خوش اسلوبی سے روشنی ڈالی ہے۔ ان کا نعتیہ کلام ایک طرف عشق واطاعت اور خلوص وعقیدت کے جذبے سے سرشار ہے۔ بطور نمونہ ایک نعتیہ غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

صبا جا کر مدینے درد و غم کی داستاں کہنا
رسول اللہ سے حال دل ناشادماں کہنا
ادب سے چوم لینا روضۂ اقدس کی جالی کو
پھر آہستہ پیام شوق دور افتادگاں کہنا
لیے جا ساتھ اپنے نالۂ دل کی صدائیں بھی
مٹانے پر تلی ہے گردش دور زماں کہنا
جو ممکن ہو تو نقشہ کھینچ دینا میرے مٹنے کا
اڑا کر خاک تھوڑی سے میری بربادیاں کہنا
بلایا جائے اب روضے پہ صدقے شان رحمت کے
بہت ناشاد رہتا ہے سریر خستہ جاں کہنا

نعت گوئی کے اسی دور میں صوبہ بہار کے دیگر شعرا میں حضرت سید شاہ ایوب ، نیر ابدالی، حضرت انوارالحق شہودی، نازش سہسرامی، حضرت سید شاہ قتیل داناپوری اوران کی اہلیہ محمودہ بیگم، اوج گیاوی، عطا کاکوی، جمیل مظہری، کلیم احمد عاجز، ارشد کاکوی، نادم بلخی، رخشاں ابدالی، طاہر عثمانی اورادیب حسن ادیب گیادی وغیرہ نہایت ہی معروف ومقبول نعت گورہے ہیں۔اورجنھوں نے اپنے رسول کریم ﷺ سے والہانہ محبت اور عاشقانہ عقیدت کا اظہار پوری فنی مہارت اوربصیرت کے ساتھ کیا ہے۔

☆☆☆

انٹرویوکار: ڈاکٹر محمد حنیف شبابؔ

جدید اردو نعت، سمت ورفتار

ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی سے ایک مکالمہ

ملک کے معروف ادیب، نقاد اور محقق اور انجمن ڈگری کالج اینڈ پی جی سینٹر بھٹکل کے وظیفہ یاب اسوسی ایٹ پروفیسر صدر شعبۂ اردو، ادارہ ادب اسلامی ہند کے سابق صدر اور معروف ادبی ماہنامہ پیش رفت نئی دہلی کے سابق مدیر ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی کے ساتھ ایک خصوصی ملاقات اور گفتگو پیش خدمت ہے۔

مختلف ادبی موضوعات پر ڈاکٹر صاحب کی ایک درجن سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ دور طالب علمی سے ہی 'اردو کی نعتیہ شاعری' آپ کے مطالعہ کا خصوصی عنوان رہا ہے۔ اسی موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھ کر آپ نے 1987 میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے اور یہ کتاب 1991 میں پہلی بار زیور طبع سے آراستہ ہوکر مقبول ہو چکی ہے۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن طباعت کے مرحلہ میں ہے اور توقع ہے کہ جلد منظر عام پر آجائے گی۔ چنانچہ جدید نعتیہ شاعری کی سمت ورفتار کے موضوع پر آپ سے گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔

سوال: ڈاکٹر رشاد عثمانی صاحب! سب سے پہلے تو میں آج ماہ ربیع الاول کے مبارک موقع پر آج کی اس مکالماتی ادبی نشست میں آپ کا استقبال کرتا ہوں اور یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ نے اپنے تحقیقی مقالے کا موضوع نعت کیوں منتخب کیا، اس کے اسباب کیا تھے؟

جواب: ہمارا خاندانی پس منظر مذہبی اور علمی رہا ہے ہماری ابتدائی نشو ونما صوفیانہ ماحول میں ہوئی، چھ سات سال کی عمر میں ہی گھر کی خانقاہ کے عرس اور مجلس سماع میں بیٹھتا رہا ہوں اور اسی وقت سے ہمارے کان اردو وفارسی کے نعتیہ اشعار اور صوفیانہ کلام سے آشنا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ

انسان کی شخصیت اوراس کے فکر وکردار کی تعمیر میں اس کے ماحول کا گہرا اثر ہوتا ہے، شاید یہی وہ اثرات تھے جس کی وجہ سے نعتیہ شاعری میری دلچسپی اور مطالعہ کا خصوصی موضوع بنا۔

سوال: تحقیقی کام کا یہ پروجیکٹ آپ نے کب اور کہاں مکمل کیا؟

جواب: اردو شاعری میں نعت گوئی...ایک تنقیدی مطالعہ ریسرچ کا موضوع تھا، پرفیسر سید عبدالوہاب اشرفی مرحوم صدر شعبۂ اردو، رانچی یونیورسٹی (جھارکھنڈ) کی نگرانی میں یہ کام 1987ء میں الحمدللہ مکمل ہوا، جس پر مجھے پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی۔

سوال: نعت کا فن کیا ہے؟ آپ نے بنیادی طور سے اپنی تحقیق میں کیا ثابت کیا ہے؟

جواب: نعت کے فن پر میں نے تفصیلی گفتگو کی ہے، اوراسے اردو شاعری کی ایک اہم صنف قرار دیا ہے، عام طور سے جدید ادب کے ادباء وناقدین نعت کو ایک موضوع قرار دیتے ہیں،''صنف سخن''، نہیں تسلیم کرتے۔ خود ڈاکٹر وہاب اشرفی صاحب نے اس معاملے میں خاصا اختلاف کیا تھا، مگر انھوں نے مجھے آزاد چھوڑا کہ میں اس معاملہ میں اپنے مخصوص ادبی رویہ اور فکر کے تحت موضوع کا مطالعہ کروں۔

دراصل نعت ایک موضوعی صنف سخن ہے۔ جس کی ہیئت کا تعین نہیں ہے۔ نعت شاعری کی کسی بھی ہیئت اور فارم میں کہی جاسکتی ہے، اوراس سے اس کی ادبی حیثیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ٹھیک اسی طرح جیسے ''مرثیہ'' ایک مذہبی موضوع ہوتے ہوئے بھی مکمل ادبی صنف سخن ہے۔ میرا یہ ماننا ہے کہ مرثیہ کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اسے علامہ شبلی نعمانی جیسا ایک عظیم نقاد میسر آیا، جس نے ''موازنہ انیس ودبیر'' لکھ کر مرثیہ کو اردو شاعری میں بحیثیت صنف سخن مستحکم کردیا۔

سوال: آج اردو نعت کے دیگر محققین وناقدین کون کون لوگ ہیں؟

جواب: اردو نعت پر پہلی تنقیدی کتاب جو مختصر مگر جامع اور اہم ہے وہ ڈاکٹر سید شاہ طلحہ

رضوی برق کی ہے۔ پھر ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد، اسی طرح کراچی میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر ریاض مجید، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر حفیظ تائب اور ڈاکٹر عزیز حسن کی نعتیہ ادب پر تحقیقات نہایت اہم ہیں۔ نئے لوگوں میں کراچی کے ایک نوجوان سید صبیح رحمانی کا ذکر خیر ضروری ہے جو خود بہترین نعت گو اور نعت خواں ہونے کے ساتھ ساتھ ایک وقیع نعتیہ مجلّہ ''نعت رنگ'' کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں۔ انھوں نے ایک علمی ادارہ انٹرنیشنل نعت سینٹر بنا کر اس موضوع پر بڑا عظیم تحقیقی وتنقیدی کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس ادارہ کی سیکڑوں کتابیں سوشیل میڈیا پر مل جائیں گی۔ حال میں صبیح رحمانی کی مرتبہ کتاب ''اردو نعت کی شعری روایت'' نعتیہ تنقیدی ادب میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

سوال: آپ کی تحقیق کے مطابق نعت گوئی کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟

جواب: نعت گوئی عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عربی زبان میں باضابطہ طور پر شروع ہوئی۔ حضرت ابوطالب کے اشعار کو نعت گوئی کا پہلا نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ حضرت حسّان بن ثابتؓ کو منبر نبوی پر بیٹھنے اور نعت پڑھنے کا شرف حاصل ہو، دراصل نعت گوئی رسول کریم ﷺ سے اظہار محبت وعقیدت کے ساتھ ساتھ اس کا ایک اہم مقصد مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب دینا بھی تھا۔ یوں نعتیہ شاعری دراصل لفظوں کے ذریعہ جہاد تھی۔

سوال: یہ تو عربی زبان کی بات ہوئی، یہ بتائیں کہ اردو میں نعت گوئی کی روایت کیسے پہونچی؟

جواب: عربی زبان کے بعد ظاہر ہے نعت گوئی فارسی میں آئی، بالخصوص پوری فارسی شاعری اسلامی اقدار وتصورات کی مظہر بنی۔ فارسی شعراء نے عقیدت ومحبت اور جذبہ وفکر کو اپنی نعت گوئی میں یوں جمع کیا ہے کہ فارسی نعت اعلیٰ ترین شاعری بن گئی ہے۔ اور پھر وہاں سے یہ روایت اردو زبان میں منتقل ہوئی۔

سوال: آپ اردو میں پہلا نعت گو کسے مانتے ہیں؟

جواب: اردو زبان کی تاریخ میں دکن کو ہی نثر و نظم کی ہر صنف میں اوّلیت حاصل ہے۔ اب آپ نے پہلا نعت گو کا سوال اُٹھایا ہے، تو اس سلسلے میں مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب ’صوفیائے کرام کا کام‘ میں خواجہ بندہ نواز گیسودراز (م ۸۲۵ھ) کے کچھ اشعار کو اردو نعت کا اولین نمونہ قرار دیا ہے۔ لیکن ڈاکٹر جمیل جالبی نے فخرالدین نظامی کی مثنوی ’’کدم راؤ پدم راؤ‘‘ میں حمد کے بعد نعت کے اشعار کو اردو نعت کا پہلا نمونہ قرار دیا ہے۔ جب اردو شاعری کا مرکز دکن سے دہلی منتقل ہوا تو اردو شاعری کی طرح نعت کے اسالیب اور زبان میں نکھار پیدا ہوا۔ چنانچہ نعت گوئی اب صرف باعثِ ثواب و برکت نہیں رہی بلکہ اسے فنی اعتبار بھی حاصل ہوا۔

سوال: آپ کی رائے میں دکن میں نعت گوئی کے لئے اہم نام کون کون سے ہیں؟

جواب: یہ ایک مشکل سوال ہے، ولی دکنی و سراج اورنگ آبادی سے آج تک کے تمام شعراء کا صرف نام ہی بتایا جائے تو گھنٹوں لگ جائیں گے، ایک کتاب بن جائے گی۔ دکن میں نعتیہ شاعری، کرناٹک، آندھرا، تمل ناڈو اور پھر مہاراشٹرا کے الگ الگ علاقوں اور شہروں کی نعتیہ شاعری پر مفصل تحقیقی مقالات لکھے گئے ہیں، جن کو دیکھا جا سکتا ہے۔ امجد حیدرآبادی، شاذ تمکنت، زیب غوری کی نعتوں نے مجھے متاثر کیا ہے۔ چند سامنے کے نام یہ ہو سکتے ہیں۔ عزیز قیسی، قاضی سلیم، بشر نواز، خورشید احمد جامی، شاہ حسین لہری، مصحف اقبال توصیفی وغیرہ کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے علاوہ تحریکی شعراء میں مسعود جاوید ہاشمی، رؤف خیر، مضطر مجاز، ابوالفاروق شعور، طاہر گلشن آبادی، ریاض تنہا اور ظفر فاروقی کا نام کافی اہم ہے۔ آج کل چنئی میں علیم صبا نویدی مختلف جدید و قدیم ہیئتوں میں اچھی نعتیہ شاعری کر رہے ہیں اور نعتیہ شاعری پر علیم صبا نویدی نے کئی تحقیقی کتابیں بھی لکھی ہیں۔

سوال: کیا دکن میں نعت گو شاعرات کا بھی نام ملتا ہے؟

جواب: ضرور۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا اردو زبان و ادب کی تاریخ میں ہر پہلو سے دکن کو اوّلیت حاصل ہے۔ اس زبان کے دہلی پہنچنے سے قبل ہی خواتین نے شاعری کے جوہر دکھائے اور اپنی حیات میں دیوان مرتب کر دئے۔ جبکہ شمالی ہند میں اردو کے آغاز و ارتقاء کے طویل عرصے کے بعد بھی خواتین شعراء کا وجود دکھائی نہیں دیتا۔ ابتدائی دور میں لطف النساء امتیاز، مہ لقا بائی چندا اور شرف النساء شرف یہ ایسی شاعرات ہیں جنھوں نے اپنی نعت گوئی کے ذریعہ دکن کی شاعری میں خواتین کے حصے کی نمائندگی کی ہے۔

سوال: کرناٹک میں اردو کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے آپ کے کیا تاثرات ہیں:

جواب: کرناٹک میں نعتیہ شاعری کا ذکر ہوگا تو سرفہرست حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا نام ہی آتا ہے۔ دور حاضر میں یعنی آزادئ ہند کے بعد دو درجن شعراء تو وہ ہیں جن کے نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں اور دو درجن ایسے شعراء ہیں جن کے مجموعوں میں نعتیہ شاعری کا بڑا حصہ ہے۔ شاہ ابوالحسن ادیب، آزاد ساحری، حافظ کرناٹکی، شاہ مدار عقیل، راہی فدائی، اسد اعجاز، ریاض احمد خمار، منیر احمد جامی، اکمل آلدوری، سلام نجمی، کوثر جعفری، رزاق کوثر میسور، رزاق اثر، زین العابدین قدیر چن پٹن، حبیب صابر شاہ آبادی، وحید انجم، عبدالستار خاطر، سید شاہ خسرو حسینی وغیرہ عصر حاضر کے معروف نعت گو شعراء ہیں۔ تحریکی شعراء میں بھی کافی نام ملتے ہیں۔ مظہر محی الدین، ضیا کرناٹکی، عزیز بلگامی، الف احمد برق، گوہر تریکیروی، ڈاکٹر محمد حسین فطرت، سید احمد راحل، ساغر کرناٹکی، شاد باگلکوٹی، وغیرہ ایسے کئی نام ہیں جو ناقابل فراموش ہیں۔

سوال: بھٹکل میں گفتگو ہو رہی ہے تو بھٹکل کی نعتیہ شاعری پر بھی کوئی تبصرہ ہو جائے:

جواب: بھٹکل کے بارے میں کیا عرض کروں، یہ تو اس پورے علاقہ میں اردو زبان و ادب کا ایک جزیرہ ہے۔ ماضی میں یہاں جو لٹریچر تخلیق ہوا وہ زیادہ تر نوائطی زبان ہی میں تھا، مگر

گزشتہ چند دہائیوں سے یہاں اردو کے فروغ کا بڑا مثبت کام ہوا ہے۔اس میں ایک طرف تو مقامی آبادی کا اردو کے تئیں جذبہ وشوق ہے دوسری طرف درس وتدریس کے لئے دوسرے علاقوں سے آنے والے افراد اور علمائے کرام کا بڑا حصہ رہا ہے۔

یہاں کے شعرا کا کلام اپنے شعری محاسن ، فنی خصوصیات ، اپنی بے ساختگی ، شگفتگی اور سادگی کے لئے قابل تحسین ہے۔کبھی کبھی تو واقعی حیرت ہوتی ہے، مراکز ادب سے دور ہونے کے باوجود تخلیقی اور فنی سطح پر بعض چیزیں یہاں معرکہ کی وجود میں آئی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ میں نے شعرائے بھٹکل کی نعتیہ شاعری کے عنوان سے پوری ایک کتاب لکھ دی جس میں تقریباً ۳۵ شعراء کا تذکرہ ہے۔

سوال: غیر مسلم شعراء کی نعتیہ شاعری کے تعلق سے آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

جواب: یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ اردو شاعری کا آغاز ارض دکن سے ہوا ہے اور شاید اسی لئے اردو میں نعت گوئی کا آغاز دکن سے ہوا۔اردو میں خواتین کی نعتیہ شاعری کے آغاز کا سراغ بھی دکن میں ملتا ہے اور غیر مسلم شعرا کی نعت گوئی کے نمونے بھی دکن میں ملتے ہیں۔پوری نعتیہ شاعری کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ غیر مسلم شعراء کے قلم سے ایسی عمدہ نعتیں نکلی ہیں کہ جن کو پڑھ کر یقین نہیں ہوتا یہ غیر مسلم شعراء کی لکھی ہوئی ہیں۔یہ ایک طویل موضوع ہے جس پر کئی تحقیقی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ابھی حال میں کراچی سے شائع شدہ نور احمد میرٹھی مرحوم کی 650 صفحات کی کتاب ''بحر زماں، بحر زباں'' کا خاص طور سے ذکر کرنا چاہوں گا، جس میں 350 سے زائد ہندو، سکھ، جین اور عیسائی مذہب کے ماننے والے اُردو شعراء کا منتخب نعتیہ کلام ان کے تعارف کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

سوال: کیا جدید ادبی نظریات وتحریکات کے تناظر میں بھی نعتیہ شاعری کی گئی ہے؟ اس

پہلو سے کوئی خاص بات؟

جواب: ادب کی تاریخ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ ہر دور میں نئی سوچ، موضوعات ومسائل اور تھیوریز جنم لیتے رہے ہیں، جن سے تخلیقی رویوں کی نئی نئی کونپلیں پھوٹتی رہی ہیں، جن سے ادب کے جمالیات اور شعریات میں ایک شادابی ضرور رہتی ہے، مگر ان تخلیقی رویوں کی کمی اور کجی کو ہم کسی صورت نظرانداز نہیں کر سکتے ہیں۔بیسویں صدی میں مجموعی طور پر اردو ادب میں تین ادبی تحریکات و رجحانات ترقی پسندی، جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے نام سے متحرک رہے ہیں۔

نعتیہ ادب کا اعجاز یہ ہے کہ جس طرح مختلف مذاہب کے ماننے والے ڈوب کر اور محبت و عقیدت کے ساتھ نعتیہ شاعری کرتے رہے ہیں، ٹھیک اسی طرح مختلف مکتبۂ فکر اور ادبی نظریات کے ماننے والے شعراء بھی جب نعتیہ شاعری کرتے ہیں پوری فنی بصیرت اور قلبی کیفیت کے ساتھ اظہار کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر احمد ندیم قاسمی اپنی ایک نعتیہ غزل میں یوں عقیدت کا اظہار کرتے ہیں:

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا
اس کی دولت ہے فقط نقش کف پا تیرا
پورے قد سے میں کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا یہ سہارا تیرا
مجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی
اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا

سوال: ایک اہم سوال چھوٹتا ہوا محسوس ہو رہا ہے: جدید اردو نعت کی تشکیل کب اور کیسے ہوئی؟

جواب: نعت کو باضابطہ فن بنانے میں مولانا کفایت علی کافی اور مولانا غلام امام شہید کا نام نمایاں ہے۔مولانا کافی کی شہادت ۱۲۷۴ھ میں ہوئی۔آپ کا لہو نعت کی روایت کو رنگین بنا گیا۔مولانا غلام امام شہید نے اپنی تمام شاعرانہ تخلیقی قوتوں کو نعت گوئی کے وقف کر دیا۔حافظ لطف علی خاں لطف بریلوی ۱۲۹۸ھ غزل میں نعت گوئی کی روایت کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔لطف بریلوی پہلے شاعر ہیں جنھوں نے اپنے مسلسل تخلیقی عمل سے نعت کو مستقل فن بنانے کی شعوری کوشش کی۔نعت گوئی کے دور تشکیل کی یہی روایت امیر مینائی اور محسن کاکوروی تک پہنچ کر تکمیل فن کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔

دور جدید میں نعت گوئی کی داغ بیل 1857 کے بعد پڑی،جس کے امام مولانا الطاف حسین حالی تھے۔حالی کے ساتھ شبلی نعمانی،نظم طباطبائی،ظفر علی خاں اور علامہ اقبال کی آواز نے اردو شاعری میں ایک نئی گونج پیدا کی۔ان بزرگ شعراء کے افکار کی روشنی سے نعت گوئی میں مزید تابانی آئی اور نعت کے فن میں وسعت و ارتقاء کے کچھ نئے امکانات اجاگر ہوئے۔پرانی روش اور رسمی انداز سے ہٹ کر نعت گوئی میں ذکر رسول اور حب رسول کے ذریعہ اتباع رسول کے جذبہ کو بیدار کرنے کی کوشش کی گئی۔نعتیہ شاعری کے دور جدید میں ایک نام مولانا احمد رضا خاں بریلوی (۱۳۴۰ھ) کا بھی آتا ہے۔وہ اپنی ذات سے خود ایک انجمن ہیں۔ان کی شخصیت ایک مقبول دبستان نعت کی حیثیت رکھتی ہے۔

۱۹۴۷ کے بعد اردو نعت کا دوسرا دور جدید ایک الگ اور منفرد مقام رکھتا ہے۔ان میں ایسے شعراء پیدا ہوئے جنھوں نے اس فن کو اپنے نعتیہ کلام سے بام عروج تک پہنچایا۔ان میں خاص طور سے اقبال سہیل،سیماب اکبرآبادی،امجد حیدرآبادی،بہزاد لکھنوی،حمید صدیقی،ضیاء القادری،ماہر القادری،شفیق جونپوری،حفیظ جالندھری جیسے باقاعدہ نعت نگاروں کے علاوہ بیدم شاہ وارثی،

اختر شیرانی،احسان دانش،شورش کاشمیری اور مولانا عبدالباری معینی اجمیری وغیرہ نے عہد آفریں نعتیں لکھی ہیں۔

عصر حاضر کے شعراء میں نعت نگاری کا عام رجحان پیدا ہوا۔خصوصاً تحریک ادب اسلامی سے وابستہ شعراء نے باضابطگی کے ساتھ نعتیہ شاعری کی ہے۔صرف ہندوستان کے ان شعراء کی بھی فہرست طویل ہے۔بطور نمونہ چند نام یہ ہیں۔عامر عثمانی،عروج قادری،ابوالمجاہد زاہد،حفیظ بنارسی،حفیظ میرٹھی،عزیز بگھروی،کلیم عاجز،عمیق حنفی،بیکل اتساہی،ساجد صدیقی،والی آسی،طلحہ رضوی برق،ابوالبیان حماد عمری،مسعود جاوید ہاشمی،رؤف خیر،تابش مہدی،علیم صبا نویدی،راہی فدائی وغیرہ وغیرہ نمایاں نعت گو شعراء ہیں۔جن سے مستقبل میں نعتیہ شاعری کے روشن امکانات ہیں۔

سوال:آخر میں یہ جاننا چاہوں گا کہ آپ کے خیال میں اردو کی نعتیہ شاعری کا مستقبل کیا ہے؟

جواب: اردو کی نعتیہ شاعری کا مستقبل دراصل اس کی بے پناہ مقبولیت سے ظاہر ہے۔اور یہ مقبولیت دراصل رسول کریمؐ کی شخصیت کا اعجاز ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج شاید ہی اردو کا کوئی ایسا بدنصیب شاعر ہو جس نے دو چار نعتیہ شعر نہیں کہے ہوں۔خواہ وہ غیر مسلم شعراء ہوں یا ترقی پسندی اور جدیدیت سے وابستہ مغربی نظریات کے ماننے والے شعراء ہوں۔ خصوصاً اکیسویں صدی کے ساتھ رصغیر ہند و پاک میں جس بڑے پیمانے پر نعتیہ شاعری ہو رہی ہے،نعتیہ مشاعرے منعقد کئے جا رہے ہیں کثرت سے نعتیہ دواوین اور مجموعۂ ہائے کلام کی اشاعت ہو رہی ہے۔ساتھ ہی پرنٹ میڈیا کے ساتھ الیکٹرانک میڈیا میں نعت پر گفتگو ہو رہی ہے۔نعت خوانی کی محفلیں منعقد کی جا رہی ہیں۔جس طرح آج نعت پر یونیورسٹیوں پر تنقیدی و تحقیقی کام ہو رہا ہے ان سب باتوں سے تو ایاس محسوس ہوتا کہ آج اردو ادب میں ایک نعتیہ تحریک برپا ہو چکی ہے۔ جس کے ذریعہ آج

سیرت کے پیغام کو گھر گھر پہنچانے کا فریضہ انجام دیا جا رہا ہے۔

ظاہر ہے نعت گوئی کے مستقبل کا جائزہ اس کے ماضی اور حال کے آئینے میں ہی لیا جا سکتا ہے اور یہ ایک وسیع و عریض موضوع ہے، جس پر مسلسل کام ہو رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا آج نعت گوئی اور نعت خوانی کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا ہے۔ نعتیہ انتخابات، نعت سے متعلق رسائل و مجلّات اور تحقیقی و تنقیدی مقالات کی کثرت اردو نعت گوئی کے روشن امکانات کا اشاریہ ہے۔

مصنف کی دیگر اہم کتابیں

۱	روشن تہذیب	20.00
۲	روشن حیات	20.00
۳	نظریۂ ادب اور ادیب	50.00
۴	اردو شاعری میں نعت گوئی	75.00
۵	ادب کا اسلامی تناظر	100.00
۶	تعبیر و تشکیل	200.00
۷	نظریاتی ادب	100.00
۸	شعرائے بھٹکل کی نعتیہ شاعری	150.00
۹	کتابوں کے رنگ و بو	150.00
۱۰	افکار و اقدار (مرتب)	100.00
۱۱	خیابان خیال (مرتب)	250.00
۱۲	شیرازۂ حیات (مرتب)	250.00
۱۳	کلیات رخشاں ابدالی (مرتب)	200.00
۱۴	ادبی نگارشات	150.00
۱۵	جدید اردو نعت	200.00
۱۶	عصری ادبی تناظر میں اردو کی صوفیانہ شاعری	(زیر طبع)